مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (الحديث)

(جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے)

اسلامیات

آٹھویں جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ جام شورو
منظور شدہ: صوبائی محکمہ تعلیم و خواندگی، حکومت سندھ
بمراسلہ نمبر: ایس او(جی-آئی) ای اینڈ ایل/کریکیولم 2014 کراچی-
گورنمنٹ آف سندھ ایجوکیشن اینڈ لٹریسی ڈپارٹمنٹ-مؤرخہ 3 دسمبر 2015
صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کتب ادارۂ نصاب و توسیع تعلیم ونگ سندھ، جام شورو کی تصحیح شدہ
بطور واحد اسلامیات کی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

نگرانِ اعلیٰ: آغا سہیل احمد (چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ)

نگران: عبدالباقی ادریس السندی

مُصنّف: پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد رند

ایڈیٹرز:
☆ مفتی محمد الیاس زکریا میمن
☆ پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی
☆ پروفیسر ڈاکٹر ثناءاللہ بھٹو
☆ پروفیسر ڈاکٹر عزیز الرحمٰن سیفی

صوبائی جائزہ کمیٹی

☆ پروفیسر ڈاکٹر ثناءاللہ بھٹو ☆ پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی ☆ پروفیسر محمد ابراہیم برڑو
☆ پروفیسر عطا محمد ڈیتھو ☆ عبدالحکیم پٹھان

کمپوزنگ و لے آؤٹ ڈزائننگ: ☆ اسداللہ بھٹو ☆ نور محمد سمیجو

فہرستِ مضامین

باب چہارم: اَخلاق و آداب

باب پنجم: ہدایت کے سر چشمے / مشاہیرِ اسلام

باب اول

القرآن الکریم

تعارف

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے، جو آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تیئیس سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ کر کے نازل کی گئی۔ اس میں تیس پارے اور ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ نزولِ قرآن کا مقصد انسان ذات کو زندگی گزارنے کا ایسا راستہ بتانا ہے جس پر عمل کرکے وہ دنیا اور آخرت میں باعزت اور کامیاب زندگی گزار سکیں۔ اس کا یاد کرنا بہت بڑی عبادت اور اس کی تلاوت کرنے میں بہت بڑا اجر اور ثواب ہے۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس پر عمل کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور دونوں جہانوں کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اس باب میں دیے گئے قرآن مجید کے دس پاروں (۲۱ تا ۳۰) کو ناظرہ تجوید کے ساتھ پڑھایا جائے گا اور چند سورتوں (سُوۡرَۃُ الۡعٰدِیٰتِ، سُوۡرَۃُ التَّکَاثُرِ، سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃِ) کو حفظ کرایا جائے گا۔ اس کے علاوہ (سُوۡرَۃُ الۡاِنۡشِرَاح اور آیَۃُ الۡکُرۡسِی) کو ترجمے سمیت یاد کرایا جائے گا۔

مقاصد

اس باب میں دیے گئے نصابی مواد کا اصل مقصد یہ ہے کہ طلباء وطالبات قرآن مجید کو نماز اور روزمرہ کی زندگی میں صحیح تلفظ کے ساتھ اور درست انداز میں پڑھ سکیں، کچھ حصہ یاد کر سکیں اور کچھ حصے کا ترجمہ پڑھ سکیں تاکہ ان میں رفتہ رفتہ قرآن مجید میں غور وفکر کرنے، عمل کرنے اور قرآن مجید کی تبلیغ کرنے کا جذبہ بیدار ہوسکے۔ ساتھ ساتھ ان میں قرآن فہمی کا جذبہ ابھارنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

(الف)　ناظرہ قرآن: ۲۱ تا ۳۰ (دس پارے)

(۲۱) اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ (۲۲) وَمَنْ یَّقْنُتْ (۲۳) وَمَالِیَ (۲۴) فَمَنْ اَظْلَمُ
(۲۵) اِلَیْهِ یُرَدُّ (۲۶) حٰمٓ (۲۷) قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ (۲۸) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
(۲۹) تَبٰرَكَ الَّذِیْ (۳۰) عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ

حاصلاتِ تعلّم

قرآن مجید کے اس حصے کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ناظرہ قرآن مجید درست انداز اور صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ کر سنا سکیں گے۔
- قرآن مجید کی منتخب سورتیں یاد کرکے برزبان خوش الحانی کے ساتھ سنا سکیں گے۔
- سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح اور آیَۃُ الْکُرْسِی بمع ترجمہ یاد سنا سکیں گے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کو پاروں کے نام یاد کروائے جائیں۔
- ناظرہ اور حفظ والے دونوں حصوں کا دورانِ سال امتحان لیا جائے اور سالانہ امتحان کے موقع پر زبانی امتحان لیا جائے۔ اس میں حاصل کردہ نمبر فہرستِ نتیجہ میں درج کیے جائیں۔
- اسلامیات کے کل سو نمبروں میں ناظرہ والے حصے کے لیے چالیس نمبر مقرر کیے گئے ہیں اور اسلامیات میں کامیاب ہونے کے لیے ناظرہ قرآن مجید میں کامیابی لازمی ہے۔

(ب) حفظِ قرآن: سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ۔ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ۔ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِیْرٌ ۠﴿۱۱﴾

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۠﴿۸﴾

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۠﴿۹﴾

(ج) حفظ و ترجمہ:

سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

① اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۠﴿۸﴾

ترجمہ: (اے محمد) کیا ہم نے تمھارا سینہ کھول نہیں دیا؟۔ اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا۔ جس نے تمھاری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ اور تمھارا ذکر بلند کیا۔ ہاں (ہاں) مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی (بھی) ہے۔ تو جب فارغ ہوا کرو تو محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

آیَۃُ الْکُرْسِی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

② اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جو زندہ ہمیشہ رہنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے سفارش کر سکے، جو کچھ لوگوں کے رو برو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اسے سب معلوم ہے, اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے۔ اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں، وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔

سبق کا خلاصہ

- قرآن مجید کے دس پارے (۲۱ تا ۳۰) ناظرہ پڑھنا ضروری ہیں۔
- سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ، سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ اور سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ حفظ کرنا لازمی ہیں۔
- سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح اور آیَۃُ الْکُرْسِی باترجمہ یاد کرنا ضروری ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• طلباء و طالبات میں سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح اور آیَۃُ الْکُرْسِی کی خوشخطی کا مقابلہ کروایا جائے۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) سبق میں ذکر کیے ہوئے دس پاروں میں سے کن بھی دو پاروں کے نام بتائیں۔

(۲) سبق میں دی ہوئیں حفظ والی سورتوں میں سے دو سورتوں کے نام بتائیں۔

(۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ترجمہ بتائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ

- قرآن مجید کے یہ دس پارے طلبہ/طالبات کو ناظرہ صحیح تلفظ اور درست انداز میں پڑھائے جائیں۔
- طلبہ/طالبات کے صحیح تلفظ، درست انداز اور قواعد پر خصوصی توجہ دی جائے۔
- طلبہ/طالبات کو حفظ اور حفظ و ترجمہ والی منتخب سورتیں اور آیَۃُ الْکُرْسِی بر زبان یاد کرانے کی کوشش کی جائے اور ہر ایک شاگرد سے یاد سنی جائے۔
- طلبہ/طالبات کو سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح اور آیَۃُ الْکُرْسِی کا ترجمہ بورڈ پر لکھ کر سمجھایا جائے۔

باب دوم

ایمانیات اور عبادات

تعارف

ایمانیات "ایمان" سے ماخوذ ہے۔ ایمان کا مفہوم ہے تصدیق کرنا، یقین رکھنا، بھروسہ کرنا، تابعدار اور مطیع ہونا۔ ایمانیات سے مراد وہ عقائد وافکار ہیں جن پر یقین رکھنا ایک مسلمان کے لیے لازمی ہے۔جس کوضروریات دین کہا جاتا ہے۔ اسلام اپنی تعلیمات میں جن عقائد وافکار پر یقین رکھنا لازمی قرار دیتا ہے وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، آسمانی کتابوں، تمام رسولوں، آخرت، تقدیر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھنا۔ جب تک کوئی شخص ان عقائد پر دل سے یقین نہیں رکھتا ان پر ایمان لانے کا اقرار نہیں کرتا اور ان کو نہیں مانتا یا کسی کا انکار کرے تو اسے مومن نہیں کہا جا سکتا۔

عبادات سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرنا اور اس کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنا۔ ارکانِ اسلام کو درست طریقے سے ادا کرنا، سماجی اور معاشی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرنا، ملکی اور بین الاقوامی تعلقات اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے مطابق استوار کرنا بھی عبادت میں شامل ہیں۔

مقاصد

اس باب میں عقیدۂ آخرت، روزہ اور حج کے جو عنوانات دیے گئے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ/طالبات کے ذہنوں میں فکرِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کا احساس پیدا کیا جائے تاکہ ان کی سیرت کی تعمیر ہوسکے۔ اسی طرح وہ اسلام کی دو اہم عبادات روزہ اور حج کی اہمیت وفضیلت سے آگاہ ہو کر اپنی دنیوی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزارنے کی کوشش کر سکیں۔

(الف) ایمانیات

عقیدۂ آخرت اور تعمیرِ سیرت میں اس کا کردار

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عقیدۂ آخرت کے مفہوم اور اس کے بنیادی اجزاء سے آگاہ ہو کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- فکرِ آخرت پیدا ہونے کے بعد وہ جوابدہی کے احساس کے ساتھ اپنی سیرت و کردار کی تعمیر کر کے اچھے مسلمان بن سکیں گے۔
- عقیدۂ آخرت کے تعمیری سیرت پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات خود تحریر کر سکیں گے۔

عقیدۂ آخرت کا مفہوم: عقیدہ کے لفظی معنی ہیں کسی چیز پر پختہ یقین رکھنا۔ آخرت کے معنی ہیں بعد والی زندگی۔ عقیدۂ آخرت سے مراد ہے ایسی زندگی پر پختہ یقین رکھنا جو اِس دنیا کی زندگی کے بعد آنے والی ہے۔

عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک دن اللہ تعالیٰ اس دنیا اور اس کی تمام مخلوقات کو فنا کر دے گا۔ اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور مردے قبروں میں سے زندہ ہو کر اور سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے ۔ تمام لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں جو کچھ اعمال کیے ہیں ان کا پورا نامۂ اعمال اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور ہر شخص کے اچھے یا برے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جس کی بھلائیاں برائیوں سے زیادہ وزنی ہوں گی، اس کو بخش دیا جائے گا اور جس کی برائی کا پلہ بھاری رہے گا، اسے سزا دی جائے گی۔ جن لوگوں کی بخشش ہو جائے گی وہ جنت میں جائیں گے، جو بے شمار نعمتوں کی جگہ ہے۔ اس میں انسان جو کچھ چاہے گا وہ اسے ملے گا۔ جن کو سزا دی جائے گی وہ دوزخ میں جائیں گے، جو طرح طرح کے عذاب کی جگہ ہے۔

عقیدۂ آخرت کی اہمیت: عقیدۂ آخرت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس طرح آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے عقیدۂ آخرت کی تعلیم دی ہے اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو اس کی تعلیم

دی ہے اور ہر زمانے میں اس پر ایمان لانا لازمی شرط رہا ہے۔ قرآن مجید میں ہدایت یافتہ اور کامیاب انسانوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ (البقرہ: ۴)

ترجمہ: اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔

اہلِ ایمان کو اس دن کی ہولناکی سے خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور اس دن سے ڈرو جب کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے''۔ (البقرہ: ۲۸۱)

اس دن کے محاسبے کا منظر پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا''۔ (الزلزال: ۷-۸)

عقیدۂ آخرت کا تعمیرِ سیرت میں کردار

عقیدۂ آخرت انسانی سیرت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس عقیدے کی وجہ سے انسانی سیرت پر جو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت: جب ایک مسلمان کا یہ ایمان بن جاتا ہے کہ اس کا ہر عمل محفوظ کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس کے مطابق اسے جزا یا سزا ملے گی تو وہ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ معاشرے کا بہترین اور صالح فرد بن جاتا ہے۔

۲۔ بہادری و شجاعت: ہمیشہ کے لئے فنا ہو جانے کا خوف انسان کو بزدل بنا دیتا ہے، لیکن جب ایک مؤمن کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ زندگی صرف یہیں فنا ہونے والی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی زندگی دائمی ہے اور حق کی خاطر جان دینے سے انسان فنا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی پالیتا ہے، تو وہ حق کی خاطر جان دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اس طرح اس کے دل میں شجاعت و بہادری پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ صبر و تحمل: یہ عقیدہ انسان میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا کرتا ہے کیوں کہ ایک مؤمن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ حق کی خاطر جو تکلیف آتی ہے اسے برداشت کرنے سے آخرت میں اجر ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّـٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ (الزمر: ۱۰)

ترجمہ: جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔

۴۔ سخاوت وفیاضی: آخرت پر پختہ یقین انسان کو سخی و فیاض بھی بنا دیتا ہے۔ اس لئے کہ مؤمن کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے آخرت میں اس کا بہترین اجر ملے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پالو گے"۔ (البقرہ: ۱۱۰)

اس لیے سخی شخص سماج کے نادار لوگوں کے لیے اور سماج کی اجتماعی بھلائی کے لیے اپنے ہاتھوں کو کھلا رکھتا ہے۔

۵۔ احساسِ ذمہ داری: اس عقیدے کی وجہ سے انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس عقیدے کو ماننے والے کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ فرض کو ادا کرنے سے آخرت میں اجر ملے گا اور فرض میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے آخرت میں باز پرس ہوگی۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔

اس لیے وہ ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اپنے فرائض کو سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔

سبق کا خلاصہ

- عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، جس کے مطابق ایک دن یہ دنیا فنا ہو جائے گی پھر اسے دوبارہ قائم کیا جائے گا۔ جس میں انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس دن ان کے اعمال کا وزن ہوگا۔ جن کے نیک اعمال زیادہ ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جن کے برے اعمال زیادہ ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے۔

- عقیدۂ آخرت مؤمن کی سیرت کی تعمیر میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ عقیدہ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت، بہادری و شجاعت، صبر و تحمل اور سخاوت و فیاضی کی صفات پیدا کرتا ہے اور انسان کو مکمل طور پر ایک ذمہ دار شخص بنا دیتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• طلبہ/طالبات عقیدۂ آخرت کا مفہوم ایک دوسرے کو سنائیں۔ • عقیدۂ آخرت کے بارے میں سبق میں دی ہوئی آیات میں سے ایک آیت باترجمہ یاد کرکے اپنے استاد کو سنائیں۔ • عقیدۂ آخرت کے متعلق قرآن مجید سے دو آیتیں تلاش کرکے اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) عقیدہ کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(۲) عقیدۂ آخرت سے کیا مراد ہے؟

(۳) عقیدۂ آخرت کی اہمیت کے متعلق کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

(۴) عقیدۂ آخرت انسانی سیرت پر جو اثرات ڈالتا ہے ان میں سے کوئی بھی ایک بیان کریں۔

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اللہ تعالیٰ اس دنیا اور اس کی تمام .... کو فنا کر دے گا۔

(۲) آخرت میں ہر انسان کا پورا............... اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

(۳) آخرت پر یقین رکھنے والے کا ایمان ہوتا ہے کہ فرض کو ادا کرنے سے .... میں اجر ملے گا۔

(۴) عقیدۂ آخرت .... کو مکمل طور پر ذمہ دار شخص بنا دیتا ہے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) عقیدۂ آخرت کی تعلیم دی:

(الف) صرف حضرت محمد ﷺ نے
(ب) صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
(ج) صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
(د) تمام انبیاء علیہم السلام نے

(۲) قیامت کے دن اچھے اور برے اعمال کا وزن کیا جائے گا:

(الف) صرف کفار کا
(ب) صرف مسلمانوں کا
(ج) صرف منافقین کا
(د) تمام انسانوں کا

(۳) عقیدۂ آخرت انسان کو احساس دلاتا ہے:

(الف) اپنے بڑے ہونے کا
(ب) اپنے حقیر ہونے کا
(ج) اپنے ذمہ دار ہونے کا
(د) اپنے کامیاب ہونے کا

(۴) آخرت پر ایمان لانا صفت ہے:

(الف) صرف عقلمندوں کی
(ب) صرف علماء کی
(ج) صرف کفار کی
(د) ہدایت یافتہ اور کامیاب لوگوں کی

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔		
۲۔ جہنم نعمتوں کی جگہ ہے۔		
۳۔ آخرت کی زندگی عارضی ہوگی۔		
۴۔ ہر شخص سے اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔		

۵- جملے کو درست کرنے کے لیے صحیح لفظ کا انتخاب کریں۔

(۱) عقیدہ کے لفظی معنی ہیں کسی چیز پر **(یقین/شک)** رکھنا۔

(۲) جن لوگوں کی بخشش ہو جائے گی وہ **(جنت/جہنم)** میں جائیں گے۔

(۳) قیامت کے دن اعمال کے مطابق اسے جزا/سزا ملے گی تو وہ نیکی سے **(محبت/نفرت)** کرنے لگتا ہے۔

(۴) آخرت کا عقیدہ انسان کو **(سخی/بخیل)** بھی بنا دیتا ہے۔

(۵) آخرت کا عقیدہ انسان میں **(صبر و تحمل/غصہ)** کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات میں فکرِ آخرت پیدا کرنے اور ان کی تعمیرِ سیرت کے لیے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زندگی کے واقعات اس انداز سے سنائیں کہ عقیدۂ آخرت کی فکر ان کی زندگی کا حصہ بن جائے۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - قیامت کا مطلب۔
  - موت کے بعد زندگی کا تصور۔
  - ابدی فوز و فلاح کا دار و مدار کن چیزوں پر ہے۔
  - عقیدۂ آخرت سے تعمیر سیرت (عبادت میں شوق۔ضوابط و اخلاق کی پابندی۔ مایوسی کا ختم ہونا۔ صبر و استقامت۔ حبّ دنیا سے نجات)

(ب) عبادات

(ا) روزہ: فضیلت اور معاشرتی اثرات

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- روزہ کا مفہوم سمجھ کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- روزہ کی فضیلت لکھ سکیں گے۔
- روزہ کے معاشرتی اثرات بیان کر سکیں گے۔

روزہ کا مفہوم: روزہ کے لئے عربی زبان میں "صَوم" یا "صِیَام" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں کسی کام سے رک جانا۔ اسلامی شریعت میں روزہ سے مراد ہے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رک جانا۔

روزہ کی فضیلت: روزہ ارکان اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت ہے جو سن ۲ ہجری میں فرض ہوا۔ رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ روزہ بھی نماز اور زکوٰۃ کی طرح نہ صرف حضور ﷺ کی امت پر، بلکہ اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی جتنی امتیں گزری ہیں ان سب پر فرض تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۸۳

(البقرہ: ۱۸۳)

ترجمہ: مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت صرف بیماروں، مسافروں اور معذوروں کو دی گئی ہے۔ لیکن وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ

جیسے ہی بیماری، سفر یا عذر ختم ہوگا تو انھیں چھوڑے ہوئے روزے قضا کرنا لازم ہوں گے۔
روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کیے جائیں گے''۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اپنی عاجزی و بندگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ روزہ میں انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کھا پی بھی نہیں سکتا۔ روزہ انسان میں تقویٰ وپرہیزگاری کی صفت اور ضبطِ نفس یعنی اپنے آپ پر قابو پانے کی قوت وصلاحیت پیدا کرتا ہے۔

روزہ کے معاشرتی اثرات: اگرچہ روزہ ایک انفرادی عمل ہے، لیکن جیسے نماز باجماعت پڑھنے سے اجتماعی عمل بن جاتا ہے اسی طرح روزہ بھی ایک مقرر مہینے میں رکھنے سے اجتماعی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اس لیے اس کے معاشرے پر کئی گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- **تقویٰ اور پاکیزگی کی فضا کا پیدا ہونا:** رمضان میں چوں کہ تقریباً ہر مسلمان روزہ رکھتا ہے اس لیے نیکی کی ایسی فضا قائم ہو جاتی ہے جس میں نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں اور برائیاں قابو میں رہتی ہیں۔
- **ہمدردی و غمخواری کے جذبے کا پیدا ہونا:** رمضان کے مہینے میں چوں کہ ہر امیر و غریب تقریباً روزے رکھتا ہے اس لیے بھوک وپیاس برداشت کرنے سے امیروں کے دلوں میں غریبوں کے لئے جذبۂ ہمدردی و غمخواری پیدا ہوتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''رمضان کا مہینہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے''۔
- **انسانی مساوات کا عملی مظاہرہ:** روزہ مساوات کے شعور کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بناتا ہے۔ اس مہینے میں امیر وغریب، حاکم و محکوم، عام وخاص تقریباً تمام مسلمان ایک ہی حالت میں گزارتے ہیں۔ سب کے چہروں پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اپنی محکومیت واضح نظر آتی ہے۔ یہ صورتحال ان میں برابری اور مساوات کا احساس پیدا کرتی ہے اور اونچ نیچ کے تصور کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

ان سب باتوں پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ روزہ ہمارے ہی فائدے کے لیے ہے۔ ہمیں بھوکا اور پیاسا رکھنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس نے ہماری بھلائی ہی کے لیے ہم پر روزے فرض کیے ہیں۔

سبق کا خلاصہ

- روزہ کے معنی رک جانے کے ہیں۔
- روزہ سے مراد ہے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رک جانا۔
- روزہ اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت ہے جس کی بہت اہمیت وفضیلت ہے۔
- روزہ امیروں کے دلوں میں غریبوں کے لیے محبت، ہمدردی، خیر خواہی و غمخواری کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔
- روزہ مساوات واتحاد کا جذبہ ابھارتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• طلبہ/طالبات روزہ کا مفہوم اور اس کی فضیلت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • روزہ کی فضیلت کے بارے میں ایک آیت اور ایک حدیث باترجمہ لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) روزہ کے لیے عربی زبان میں کون سا لفظ استعمال ہوتا ہے؟

(۲) روزہ سے مراد کیا ہے؟

(۳) روزہ کس سن ہجری میں فرض ہوا؟

(۴) روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) مؤمنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم .... بنو۔

(۲) روزہ ہر عاقل و .... مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”رمضان کا مہینہ .... و غمخواری کا مہینہ ہے۔

(۴) روزہ سن .... ہجری میں فرض ہوا۔

(۵) روزہ انسان میں .... یعنی اپنے آپ پر قابو پانے کی قوت وصلاحیت پیدا کرتا ہے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) سن ۲ ہجری میں فرض ہوا ہے:

(الف) نماز (ب) روزہ (ج) زکوٰۃ (د) حج

(۲) روزہ فرض ہے:

(الف) ہر انسان پر (ب) مردوں پر

(ج) عورتوں پر (د) ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر

(۳) روزے رکھنا فرض ہیں:

(الف) محرم کے مہینے میں (ب) شعبان کے مہینے میں

(ج) رمضان کے مہینے میں (د) صفر کے مہینے میں

(۴) روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

(الف) محنت کشوں کو (ب) ملازمین کو (ج) عورتوں کو (د) بیماروں اور مسافروں کو

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ روزہ اسلام کا ایک رکن ہے۔		
۲۔ روزہ غیر عاقل پر فرض کیا گیا ہے۔		
۳۔ روزہ انسانی مساوات کے شعور کو مضبوط بناتا ہے۔		
۴۔ روزے رجب کے مہینے میں فرض کیے گئے ہیں۔		
۵۔ روزہ انسان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اپنی عاجزی و بندگی کا احساس پیدا کرتا ہے۔		

۵- جملے کو درست کرنے کے لیے صحیح لفظ کا انتخاب کریں۔

(۱) روزہ کے لیے عربی زبان میں **(صوم/صبر)** کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) روزہ **(سنہ ۲ھ / سنہ ۹ھ)** میں فرض ہوا۔

(۳) حدیث کے مطابق رمضان کے روزہ رکھنے سے **(پہلے/پچھلے)** تمام گناہ معاف کیے جائیں گے۔

(۴) روزہ کا وقت **(صبح صادق / طلوع آفتاب)** سے لے کر غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔

(۵) روزہ انسان میں **(ضبط نفس/ آزاد نفس)** کی صلاحیتیں پیدا کرتا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- روزہ کی فضیلت کے سلسلے میں طلبہ/طالبات کے درمیان کمرہ جماعت میں ایک تقریری مقابلہ کا اہتمام کریں۔
- روزہ کے معاشرتی اثرات پر مضمون نویسی کا مقابلہ کروایا جائے۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ / طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - روزہ فرض عبادت کے مقصد کا تصور۔
  - روزہ میں غریبوں سے ہمدردی اور مالی مدد کا درس۔
  - روزہ سے جسمانی صحت پر اثرات۔
  - روزہ کی بدولت تقویٰ کی فضیلت۔
  - روزہ کے مسائل۔
  - روزہ کے معاشرتی اثرات (تقویٰ، ہمدردی و غمخواری، مساوات، سخاوت، باہمی اتحاد)

(۲) حج اور اس کی عالمگیریت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ /طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حج کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- مناسک حج سمجھ کر تحریر کر سکیں گے۔
- حج کی عالمگیریت (عالمگیر فوائد) سمجھ کر لکھ سکیں گے۔

حج کا مفہوم: حج کے لفظی معنی "قصد وارادہ" کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں حج سے مراد یہ ہے کہ "مقرر وقت میں مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کا طواف کرنا اور دوسرے مقاماتِ مقدسہ میں حاضر ہو کر کچھ اعمال بجالانا"۔

حج کی اہمیت وفضیلت: حج اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت ہے۔ حج سن ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ حج زندگی میں ایک مرتبہ ہر اس عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ (آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: ''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے وہ اس کا حج کرے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، اس سے زیادہ مرتبہ حج کرنا نفل ہے''۔

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو کسی واقعی ضرورت یا ظالم حکمران یا بیماری نے نہ روکا ہو پھر بھی وہ بغیر حج کیے فوت ہو گیا ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔

حج جامع العبادات: حج ایک ایسی عبادت ہے جو بہت ساری عبادتوں کی جامع ہے۔ نماز و روزہ بدنی عبادتیں ہیں اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے، لیکن حج میں نماز و روزہ کی طرح ارکانِ حج ادا کرکے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے جسمانی تکلیف بھی اٹھائی جاتی ہے، تو اس میں زکوٰۃ کی طرح مال بھی خرچ کیا جاتا ہے۔ جس طرح بندہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی وانکساری پیش کرتا ہے اور دعاؤں میں گڑگڑاتا ہے اسی طرح حاجی اپنا عمدہ لباس چھوڑ کر اور احرام کی دو چادریں اوڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرتا ہے اور ہر وقت لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ (میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں) اور دعا والتجا میں مصروف رہتا ہے۔

مناسکِ حج: حج کے موسم میں مسلمان دنیا کے کونے کونے سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ جب وہ میقات (احرام باندھنے کی خاص جگہ) تک پہنچتے ہیں تو مرد اپنا قومی وثقافتی لباس اتار کر دو سفید چادریں اوڑھ لیتے ہیں جبکہ خواتین اپنے لباس میں ہی حج کی نیت کرکے یہ دعا پڑھتے ہیں جس کو تلبیہ کہا جاتا ہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں، بیشک تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں اور ساری بادشاہت تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ۔

حجاج کرام آٹھ ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ کے مقام پر پہنچتے ہیں اور ۹ ذی الحجہ کی صبح کو میدانِ عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ جہاں دوپہر کے وقت کا خطبہ سنتے ہیں اور وہاں ظہر و عصر کی نماز اکٹھے پڑھتے ہیں۔ سورج غروب ہونے کے بعد میدان عرفات کو چھوڑ کر مقامِ مزدلفہ میں جمع ہوتے ہیں اور رات وہاں ٹھہرتے ہیں اور مغرب وعشاء کی دو نمازیں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارتے ہیں، پھر قربانی کرتے ہیں اور حلق یا قصر کرواتے ہیں۔ پھر بیت اللہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور طواف زیارت کرنے کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

سعی کے بعد ایامِ تشریق کے تینوں دن منیٰ میں رہتے ہوئے باجماعت قصر نماز ادا کرتے ہیں اور زوال کے بعد تینوں جمرات پر سات سات عدد کنکریاں مارتے ہیں۔ اس کے بعد منیٰ سے مکہ آ کر طوافِ وداع کر کے واپس لوٹتے ہیں۔

حج کی عالمگیریت: جس طرح پانچ وقتی نماز محلے کے مسلمانوں کو مسجد میں اکٹھا کرتی ہے اور ہفتہ وار نمازِ جمعہ شہر کے مسلمانوں کو جامع مسجد میں اکٹھا کرتی ہے اور عیدین کے سالانہ اجتماع ملک کے بڑے بڑے شہروں میں مسلمانوں کو اکٹھا کرتے ہیں تاکہ ان میں اخوت، اتفاق و اتحاد پیدا ہو، اسی طرح حج ایک ایسا عالمگیر سالانہ اجتماع ہے جس میں دنیا کے کونے کونے سے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان کے رنگ مختلف، ان کی زبانیں مختلف، ان کی نسلیں مختلف ان کے وطن مختلف ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے سارے امتیازات بھلا کر ایک ہی لباس احرام میں ایک ہی برادری کا منظر پیش کرتے ہیں اور عالمی اخوت و اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح حج مسلمانوں کی عالمی اخوت و اتحاد کا ایسا منظر پیش کرتا ہے جو کسی اور عبادت میں نظر نہیں آتا۔ حج انسانی مساوات کی عالمگیر صورت پیش کرتا ہے اور تمام امتیازات کو مٹا دیتا ہے۔

اسی طرح حج مسلمانوں کو ایک دوسرے سے علمی استفادے کے عالمگیر مواقع بھی فراہم کرتا ہے اور حج عالمگیر تجارتی نفع حاصل کرنے کے لیے بھی راہ ہموار کرتا ہے۔ اس طرح کئی ممالک تجارتی فوائد حاصل کرتے ہیں۔

مطلب کہ حج ایک ایسی عالمگیر عبادت ہے جو دنیا کے مسلمانوں میں باہمی اخوت و اتحاد کا اہم ذریعہ ہے اور عالمی انسانی مساوات کا منظر پیش کرتی ہے۔ دنیائے جہان کے لوگوں کی تہذیبوں، زبانوں اور ثقافتوں سے متعارف کراتی ہے، اور بین الاقوامی تجارت سے نفع حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے اور روحانی فوائد ان کے علاوہ ہیں۔

سبق کا خلاصہ

- حج کے لفظی معنی قصد و ارادہ کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مقرر وقت میں مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کے طواف کرنے اور دیگر مقاماتِ مقدسہ میں حاضر ہو کر کچھ اعمال بجا لانے کا نام ہے۔
- حج اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت ہے۔ حج زندگی میں ایک مرتبہ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔
- حج ایک عالمگیر اور اہم عبادت ہے، جو پوری دنیا کے مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اتحاد کا اہم ذریعہ ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• طلبہ/طالبات حج کا مفہوم و مراد اور اس کی عالمگیریت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • حج کی اہمیت کے بارے میں ایک مختصر مضمون لکھ کر اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔ • مناسک حج کے مقامات کی تصاویر جمع کر کے خوبصورت البم بنائیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حج کے لفظی معنی کیا ہیں؟
(۲) شریعت میں حج سے کیا مراد ہے؟
(۳) حج کن مسلمانوں پر فرض ہے؟
(۴) مِیقات سے کیا مراد ہے؟

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حج سن .... ہجری میں فرض ہوا۔
(۲) حج میں .... کا طواف کیا جاتا ہے۔
(۳) مقامِ .... میں جمرات کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔
(۴) مقامِ .... میں مغرب اور عشاء کی دو نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔
(۵) حج زندگی میں .... مرتبہ فرض ہے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) عالمگیر سالانہ اجتماع ہوتا ہے:
(الف) نماز (ب) روزہ (ج) زکوٰۃ میں (د) حج کا

(۲) حج فرض ہے:
(الف) ہر انسان پر (ب) مسلمان نوجوانوں پر
(ج) مسلمان عورتوں پر (د) ہر اس مسلمان پر جو اس کی استطاعت رکھتا ہو

(۳) حج زندگی میں فرض ہے:

(الف) ایک مرتبہ (ب) دو مرتبہ

(ج) تین مرتبہ (د) ہر سال

(۴) ظہر وعصر کی دو نمازیں امامِ حج کے پیچھے اکٹھے پڑھی جاتی ہیں:

(الف) منیٰ میں (ب) عرفات میں

(ج) مزدلفہ میں (د) مکہ مکرمہ میں

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- حج ایک عالمگیر عبادت ہے۔		
۲- حج صرف ایک مالی عبادت ہے۔		
۳- حج مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اتحاد اور انسانی مساوات کے اظہار کا ایک اہم ذریعہ ہے۔		
۴- حج مسلمانوں کو اپنی ہر چیز اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا درس نہیں دیتا		
۵- حج بین الاقوامی تجارت سے نفع حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔		

۵- مندرجہ ذیل الفاظ کی مختصر تعریف لکھیں

(۱) میقات ....

(۲) احرام ....

(۳) طواف ....

(۴) تلبیہ ....

۶۔ جملے کو درست کرنے کے لیے صحیح لفظ کا انتخاب کریں۔

(۱) حج کے لفظی معنی **(ارادہ/زیارت)** کے ہیں۔

(۲) حج زندگی میں ایک مرتبہ **(فرض/نفل)** ہے۔

(۳) حدیث میں ہے کہ جس شخص نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا تو وہ **(مسلمان/یہودی)** ہو کر مرا۔

(۴) حج ایک ایسی عالمگیر عبادت ہے جو دنیا میں مسلمانوں میں باہمی **(اتحاد/اختلاف)** کا ذریعہ ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- مناسکِ حج کی ادائیگی کا خلاصہ طلبہ/طالبات کو سمجھائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - حج سے کیا مراد ہے۔ میقات، احرام، تلبیہ، عمرہ، بیت اللہ، طواف، مقام ابراہیم، صفا، مروہ، سعی، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، رمی الجمار، قربانی، حج اور بین الاقوامی تعلقات۔

باب سوم

سیرتِ طَیِّبہ

تعارف

"سیرت" کے لفظی معنی طریقہ، راستہ، طرزِ زندگی یا زندگی گزارنے کا اُسلوب کے ہیں۔ اور طیبہ کے معنی پاکیزہ کے ہیں۔ "سیرتِ طیبہ" سے مراد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا طرزِ زندگی ہے جو آپ ﷺ نے تمام زندگی میں اختیار فرمایا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی اور اس کا طرزِ عمل چوں کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے اس لیے اسے پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تمھارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور جو کچھ تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو"۔ (الحشر: ۷)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت ویسے تو بڑی جامع اور ہمہ گیر ہے جس میں بندے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق، بندوں کے آپس میں تعلق، سیاسی، سماجی اور معاشی حوالے سے ہدایات ہیں جو انسانیت کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں، لیکن اس باب میں آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے وہ چند پہلو دیے گئے ہیں جو انسانی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جیسے خلقِ عظیم، صبر و تحمل، اخلاص و تقویٰ، عدل واحسان، حسنِ معاشرت، اندازِ گفتگو اور گھریلو زندگی۔

مقاصد

اس باب میں جو عنوانات دیے گئے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ / طالبات کے ذہنوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ سے محبت پیدا کی جائے اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے کچھ روشن پہلوؤں سے انھیں آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اپنی زندگی میں ان پر عمل کرکے اچھے مسلمان بن سکیں۔

۱- خُلقِ عظیم

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- خلقِ عظیم کے مفہوم کو سمجھ کر اس کا مطلب بیان کر سکیں گے۔
- حضور اکرم ﷺ کے خلقِ عظیم کا اتباع کرکے اچھے مسلمان اور نیک سیرت شہری بن سکیں گے۔
- سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے خلقِ عظیم (رحمت و شفقت) کی مختلف مثالیں پیش کر سکیں گے۔

خلقِ عظیم، انسانی اخلاق کے اعلیٰ درجے کو کہا جاتا ہے۔ اخلاق انسان کی زینت ہیں۔ جو شخص جتنا بلند اخلاق والا ہوگا معاشرے میں اتنا ہی قابلِ قدر اور قابلِ اعتماد ہوگا اور اتنی ہی اس کی بات سنی جائے گی اور اس کی پیروی کی جائے گی۔ دینی دعوت دینے والے کے لیے عمدہ اخلاق کا مالک ہونا بیحد ضروری ہے۔ یہی سبب ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اخلاقی لحاظ سے کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو آپ ﷺ میں موجود نہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۴)

ترجمہ: اور یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو۔

حضور اکرم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کے کچھ نمونے:

رحمت و شفقت: نبی اکرم ﷺ نہایت رحیم و شفیق تھے۔ آپ ﷺ نے زندگی میں ذاتی انتقام کے لیے کبھی بھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ آپ ﷺ کی عالمگیر رحمت و شفقت سے مؤمن، کافر، منافق، عورت، بچے، غلام، جانور سب بہرہ ور ہوئے۔

غیر مسلموں پر رحمت وشفقت: غیر مسلموں پر حضور اکرم ﷺ کی شفقت ورحمت اس طرح تھی کہ ان کی اذیتوں پر ان سے انتقام نہ لیتے، ان پر قحط آتا تو ان کے حق میں بارش کی دعا کرتے اور آپ ﷺ ان کی مالی امداد کرتے۔ لڑائی میں ان پر فتح پاتے تو ان سے رحیمانہ سلوک فرماتے۔

منافقین پر رحمت وشفقت: مدینہ منورہ میں منافق لوگ بھی رہتے تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ ان کو جاننے کے باوجود بھی ان کا پردہ فاش نہ فرماتے اور ان سے انتقام نہ لیتے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کو بھی مالی اور دنیاوی فائدے میں شامل فرماتے۔

عورتوں پر رحمت وشفقت: حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے عورت معاشرے کے سب سے زیادہ مظلوم طبقے میں شامل تھی۔ وہ کمزور اور حقیر تصور کی جاتی ۔ اس کے ساتھ ہر قسم کا غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا۔

نبی کریم ﷺ نے عورت کو معاشرے میں باوقار مقام عطا فرمایا۔ اس کے حقوق مقرر کرکے اس کو ہر طرح کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہیں۔

بچوں پر رحمت وشفقت: رسول اکرم ﷺ کی بچوں پر رحمت وشفقت اور ان کے ساتھ پیار مثالی تھا۔ کوئی صحابیہ یا صحابی اپنا بچہ لے کر آتے تو آپ ﷺ اسے اپنی گود میں بٹھا لیتے اور اس سے پیار کرتے۔ اس کے حق میں دعا فرماتے اور اس کے ساتھ اس کے دل بہلانے کی باتیں کرتے۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔ ایک شخص حضرت اَقرع بن حَابِس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: میرے دس بچے ہیں مگر میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

مَنۡ لَّا یَرۡحَمُ لَا یُرۡحَمُ

ترجمہ: ”جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا“۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے“۔

جانوروں پر شفقت: رسول اللہ ﷺ کی رحمت وشفقت انسانوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ جانوروں کے ساتھ بھی رحمت وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے روکا۔ لوگ

کسی جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ جانوروں پر سامان لاد کر کھڑا کرنے سے روکا۔

اور حضور اکرم ﷺ کی اس عالمگیر رحمت و شفقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: اور اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

عفو و در گزر: عفو و در گزر اور لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کی نرمی و حسن سلوک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

ترجمہ: "**اے پیغمبر ﷺ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ اور اگر تم تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔**" (آل عمران: ۱۵۹)

مطلب کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی اچھے اخلاق کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ چوں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو اپنائیں اور معاشرے کے بہترین فرد ثابت ہوں۔

سبق کا خلاصہ

- خلقِ عظیم کا مطلب اعلیٰ اخلاق ہے۔
- ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔
- سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اپنے دوستوں، دشمنوں، چھوٹوں، بڑوں، انسانوں خواہ جانوروں سب سے حسنِ سلوک اور رحمت و شفقت کا رویہ رکھتے تھے اور آپ ﷺ نے ہمیں بھی اسی بلند اخلاق کا درس دیا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• طلبہ/طالبات خلقِ عظیم کا مفہوم ایک دوسرے کو سنائیں۔ • خلقِ عظیم کے متعلق دی ہوئی آیت خوش خط باترجمہ لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔ • نبی اکرم ﷺ کی بچوں پر رحمت و شفقت کے کوئی بھی دو واقعات تلاش کر کے تحریر کریں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) قرآن مجید میں خلقِ عظیم کی صفت کس کے بارے میں بیان کی گئی ہے؟
(۲) حضور اکرم ﷺ کی رحمت و شفقت سے کون کون بہرہ ور ہوا؟
(۳) اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو کس کے لیے رحمت بنا کر بھیجا؟
(۴) قرآن مجید کی آیت "وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کا ترجمہ کیا ہے؟

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) خلقِ عظیم انسانی اخلاق کے .... درجے کو کہا جاتا ہے۔
(۲) ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت.......... رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔
(۳) اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بولا: میرے......... بچے ہیں میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا
(۴) جو شخص .... نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
(۵) حضور ﷺ جانوروں کے ساتھ بھی ....کا معاملہ فرماتے تھے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے:

(الف) کفار کے لیے　　(ب) مشرکین کے لیے
(ج) مؤمنین کے لیے　　(د) تمام جہانوں کے لیے

(۲) ایک بار رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے بچے کا بوسہ لیا وہ تھا:

(الف) حضرت حسن رضی اللہ عنہ　　(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
(ج) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما　　(د) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

(۳) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی: "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہیں" وہ ہے

(الف) مردوں کے لیے　(ب) عورتوں کے لیے　(ج) ہمسایوں کے لیے　(د) رشتہ داروں کے لیے

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ جو شخص رحم نہیں کرتا	عمدہ اخلاق کا مالک ہونا از حد ضروری ہے۔
۲۔ دینی دعوت دینے والے کے لیے	جانوروں کو آپس میں لڑانے سے روکا۔
۳۔ حضور ﷺ نے	جو حضور ﷺ میں نہ ہو۔
۴۔ اخلاقی لحاظ سے کوئی ایسی خوبی نہ تھی	اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) خلق عظیم ....

(۲) تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں ....

(۳) جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا ....

(۴) اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے ....

ہدایات برائے اساتذہ

- حضور اکرم ﷺ کے خلق عظیم کے عنوان پر طلبہ/طالبات کے درمیان ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔
- رحمت و شفقت سے متعلق کچھ آیات و احادیث کا چارٹ کلاس روم میں آویزاں کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ / طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - رحمۃ للعالمین ﷺ کا امت مسلمہ پر لطف و کرم۔
  - رحمۃ للعالمین ﷺ کا عورتوں پر رحم و کرم۔
  - رحمۃ للعالمین ﷺ کا خادموں کے ساتھ برتاؤ۔
  - رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسلام کے دشمنوں پر رحم و کرم۔

۲۔ صبر و تحمّل

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- صبر و تحمل کا مفہوم اور اس کی فضیلت بیان کر سکیں گے۔
- حضور اکرم ﷺ کی عملی زندگی سے صبر و تحمل کی چند مثالیں پیش کر سکیں گے۔
- آپس میں لڑائی و جھگڑے سے بچتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کر سکیں گے۔

صبر و تحمّل کا مفہوم: صبر کے لفظی معنی اپنے آپ کو قابو میں رکھنے اور روکے رکھنے ہیں۔

تحمّل کے لفظی معنی بوجھ اٹھانے اور برداشت کرنے کے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں صبر و تحمل کا مقصد ہے کہ زندگی میں آنے والی تکالیف و مشکلات کو بردباری کے ساتھ برداشت کرنا اور پرسکون رہنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے آنے والی تکالیف و پریشانیوں کو رضائے الٰہی کی خاطر برداشت کرنا بھی صبر و تحمل ہے۔

صبر کی اقسام: قرآن و سنت کی روشنی میں صبر کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

- انسانی زندگی میں آنے والی تکالیف و مشکلات کو بردباری کے ساتھ برداشت کرنا اور پرسکون رہنا۔
- اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں کو چھوڑنے کی وجہ سے جو تکالیف و مشکلات پیش آتی ہیں انھیں برداشت کرنا۔
- راہِ حق میں آنے والی مصائب و پریشانیوں کو رضائے الٰہی کی خاطر خوش دلی کے ساتھ برداشت کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ کفر، شرک، ظلم و ستم کو روکنے کے لیے اور اسلام کے رحمت بھرے پیغام کی اشاعت کے لیے ہمیں جدوجہد کرنی چاہیے اور اس راہ میں جو تکالیف آئیں ان کو برداشت کرنے کا نام صبر و تحمل ہے۔

صبر و تحمّل کی اہمیت و فضیلت: اسلام میں صبر و تحمل کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والے لوگوں کے لیے بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰)

ترجمہ: ''جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا''۔

ایک روایت میں حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ: ''مسلمان کو جو بھی مصیبت آتی ہے، خواہ تھکاوٹ ہو یا کوئی درد، پریشانی ہو یا کوئی فکر مندی، اذیت ہو یا کوئی غم، یہاں تک کہ ایک مسلمان کو جو کانٹا بھی لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی خطائیں مٹا دیتا ہے''۔

صبر و تحمل کی اس قدر اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ صبر و تحمل سے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں، بے چینی و گھبراہٹ سے نجات ملتی ہے، منزل تک رسائی آسان ہو جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صبر و تحمل گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ (البقرہ: ۱۵۳)

رسول اللہ ﷺ کے صبر و تحمل کی کچھ مثالیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے ذمے یہ اہم کام لگا دیا تھا کہ وہ اسلام کا پیغام عام کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں اور آپ ﷺ نے یہ سارا کام تقریباً تیئیس سال کے مختصر عرصے میں پورا کر لیا۔ اس کام کی تکمیل میں رسول اللہ ﷺ کو ہر تکلیف سے دو چار ہونا پڑا۔ اہلِ مکہ کی طرف سے آپ ﷺ کو بہت ساری تکالیف دی گئیں، کبھی زبانی طعنہ زنی و بد کلامی کی گئی، تو کبھی راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں کو اذیتیں دی گئیں۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت بی بی سُمیّہ رضی اللہ عنہا کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے معاشرتی قطع تعلق کیا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ شعبِ ابی طالب میں تین سال تک محصور ہو کر رہ گئے۔ جہاں رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہلِ خانہ، ہمدردوں اور پیروکاروں سمیت مختلف قسم کی تکالیف اور فاقہ کشی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان ساری تکالیف کے باوجود آپ ﷺ ان کے حق میں دعا کرتے رہے کہ: ''یا اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما، یہ نہیں جانتے''۔

رسول اللہ ﷺ طائف میں دین کی تبلیغ کے لیے گئے تو وہاں کے سرداروں نے بجائے آپ ﷺ کی بات ماننے کے آپ ﷺ کی توہین کی اور لوگوں اور لڑکوں کو اکسایا، جنھوں نے آپ ﷺ پر آوازیں کسیں، پتھر برسائے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو زخمی کر کے لہولہان کر دیا اور آپ ﷺ کے جوتے مبارک خون سے آلود ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشکش بھی کی گئی کہ اگر آپ چاہیں تو ان کافروں کو تباہ کیا جائے مگر آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے اللہ! میری قوم کو لوگوں کو ہدایت دے۔ یہ مجھے نہیں جانتے۔

یہ احمد مجتبیٰ ﷺ کے صبر و تحمل کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کی تیئیس سالہ مختصر جدوجہد کے نتیجے میں جزیرۂ عرب پر توحید کا سورج چمکنے لگا اور بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ عظیم مقاصد کے حصول کے لیے صبر و تحمل لازمی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہر حالت میں اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں اور زندگی کے ہر میدان میں ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کر کے دین و دنیا میں کامیابی حاصل کریں۔

سبق کا خلاصہ

- صبر سے مراد ہے زندگی میں آنے والی تکالیف و مشکلات کو بردباری کے ساتھ برداشت کرنا اور پرسکون رہنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی وجدوجہد کی راہ میں آنے والی تکالیف و پریشانیوں کو رضائے الٰہی کی خاطر برداشت کرنا بھی صبر و تحمل ہے۔
- اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ مصائب و آلام سے گھبرا کر نہ تنگ ہونا چاہیے اور نہ پیچھے ہٹنا چاہیے بلکہ حق پر جم کر رہنا چاہیے۔ مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہر طرح کی تکالیف برداشت کر کے صبر و تحمل کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے صبر و تحمل اختیار کرنے والوں کے لیے دنیا میں کامیابی اور آخرت میں بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• صبر و تحمل کے مفہوم اور ان کی اہمیت پر ایک مضمون لکھ کر اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔ • "ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ کہاں کہاں اور کس کس طرح صبر و تحمل کا مظاہرہ کر سکتے ہیں" پر تبادلہ خیال کریں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) شریعت کی اصطلاح میں صبر و تحمل کا مفہوم کیا ہے؟
(۲) صبر و تحمل کے بارے میں کسی آیت کا مفہوم لکھیں۔
(۳) صبر کی اقسام میں سے کوئی ایک قسم بیان کریں۔
(۴) کس صحابی اور صحابیہ رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ میں شہید کیا گیا؟

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) صبر کے لفظی معنی ہیں اپنے آپ کو.................. میں رکھنا۔
(۲) زندگی میں آنے والی تکالیف و مشکلات کو............کے ساتھ برداشت کرنا۔
(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں درس ملتا ہے کہ عظیم مقاصد کے حصول کے لیے .... لازمی ہے۔
(۴) صبر و.........سے مشکلات آسانی ہو جاتی ہیں۔
(۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ....سالہ مختصر جدو جہد کے نتیجے میں جزیرہ عرب پر توحید کا سورج چمکنے لگا۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) بیشک اللہ تعالیٰ ساتھ ہوتا ہے:

(الف) صبر کرنے والوں کے
(ب) جہاد کرنے والوں کے
(ج) نماز پڑھنے والوں کے
(د) حج کرنے والوں کے

(۲) طائف والوں نے حضور اکرم ﷺ کو:

(الف) عزت واحترام سے رکھا　　(ب) نبی مان لیا

(ج) لہولہان کیا　　(د) کھانا کھلایا

(۳) اہلِ طائف کی ایذا رسانی پر حضور ﷺ نے ان کے بارے میں یہ دعا کی:

(الف) اے اللہ! ان لوگوں کو برباد کر　(ب) اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔

(ج) اے اللہ! ان لوگوں کو آپس میں لڑا دے　(د) اے اللہ! میری قوم کو قحط میں مبتلا کر

(۴) بے شک اللہ تعالیٰ ساتھ ہے:

(الف) صبر کرنے والوں کے　　(ب) نماز پڑھنے والوں کے

(ج) شکر کرنے والوں کے　　(د) روزہ رکھنے والوں کے

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ صبر و تحمل کا مفہوم ہے کہ کسی چیز کو برداشت نہ کرنا۔		
۲۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔		
۳۔ صبر و تحمل کرنے سے ثواب ملتا ہے۔		
۴۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں شہید کیا گیا۔		
۵۔ دین کی سربلندی میں آنے والی تکالیف و پریشانیوں کو برداشت کرنا شکر کہلاتا ہے۔		

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱- صبر کے لفظی معنیٰ ہیں	بوجھ اٹھانا۔
۲- تحمل کے لفظی معنیٰ ہیں	اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔
۳- اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں	ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔
۴- جو صبر کرنے والے ہیں	کے ساتھ ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- حضور اکرم ﷺ کے صبر و تحمل پر طلبہ/طالبات کے درمیان ایک تقریری مقابلہ کا اہتمام کریں۔
- ان اللہ مع الصابرین پر ایک صفحہ کا مضمون طلبہ سے تحریر کروائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - مؤمن اپنی زندگی میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کیوں کرتا ہے؟
  - اگر مصائب و مشکلات پر صبر و تحمل نہ کیا جائے تو انجام کیا ہوگا۔
  - صبر و تحمل کسے کہتے ہیں؟ صبر و تحمل کی اہمیت و فضیلت۔
  - مصائب و مشکلات پر صبر و تحمل۔

۳۔ اخلاص و تقویٰ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اخلاص و تقویٰ کا مفہوم اور ان کی اہمیت بیان کر سکیں گے۔
- اخلاص و تقویٰ پر عمل کر کے مخلص و متقی مسلمان اور اچھے شہری بن سکیں گے۔

اخلاص کا مفہوم: اخلاص کے لیے خلوص نیت کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اخلاص کے لفظی معنی خالص کرنے کے ہیں۔ خالص کا لفظ کسی ایسی چیز کے متعلق بولا جاتا ہے جو ملاوٹ سے پاک ہو۔ ''دین میں اخلاص'' کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان جو کام کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرے۔ کوئی ذاتی مفاد یا غرض اس سے وابستہ نہ ہو۔ جو آدمی اخلاص سے عمل یا کام کرتا ہے اسے مُخلِص کہا جاتا ہے۔

اخلاص کی اہمیت: اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت صرف اسی عمل کو ملتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ (الزمر: ۲-۳)

''پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کی عبادت کو خالص کر کے۔ دیکھو خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے زیبا ہے''۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

ترجمہ: ''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھاری شکلوں اور تمھارے **اموال** کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمھارے دلوں اور **اعمال** کے اخلاص کو دیکھتا ہے

دنیا میں مقبولیت بھی اس شخص کو ملتی ہے جو عوامی فلاح و بہبود اور انسانیت کی بھلائی کی نیت سے کوئی کام کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم جو بھی اچھا کام کریں اخلاص کے ساتھ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کریں۔ تاکہ ہم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

تقویٰ

تقویٰ کا مفہوم : تقویٰ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ڈرنا، بچنا، پرہیز کرنا ہے۔ شریعت میں تقویٰ کے معنی دل کی پاکیزگی، خلوصِ نیت اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و خشیت پیدا ہونے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس بات کا احساس و خوف پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میری ہر بات کو دیکھ رہا ہے، اگر میں نے اچھا عمل کیا تو وہ مجھے اچھا بدلہ عطا کرے گا اور اگر میں نے برا عمل کیا تو وہ مجھے سزا دے گا۔ اس خوف و احساس کے تحت وہ نیکی و پرہیزگاری کی روش اختیار کرے اور اپنے آپ کو برے انجام سے بچالے اور وہ کسی بھی کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرے۔

تقویٰ کی اہمیت : اسلامی احکام کا خلاصہ اور مقصد صرف تقویٰ ہے۔ اسلام ہر عمل میں تقویٰ کی روح چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قربانی کا اصل مقصد حصولِ تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (الاعراف: ۳۵)

ترجمہ: جو کوئی ڈرے اور نیک اعمال کرے تو ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

جنت اور اس کی ساری نعمتیں تقویٰ والوں کے لئے ہیں **ارشاد باری تعالیٰ ہے:** ”جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے“۔

تقویٰ معیارِ فضیلت : اسلام میں تقویٰ کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے رنگ و نسل، زبان و وطن، حسب و نسب یا مال و منصب کو معیارِ فضیلت قرار دینے کی بجائے ”تقویٰ“ کو معیار فضیلت قرار دیا ہے، جو ساری نیکیوں کی جان ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات: ۱۳)

اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بزرگی و شرافت تقویٰ کا نام ہے''۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے پکار کر فرمایا کہ: ''یاد رکھو! عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر، اور گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت و برتری نہیں۔ برتر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ تقویٰ ہے''۔

مطلب کہ اخلاص و تقویٰ اخلاق کی بلندی کا آخری زینہ ہیں۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ جب ہم کسی کے ساتھ اچھا سلوک کریں یا کوئی نیکی کا کام کریں تو وہ صرف اس نیت سے کریں کہ ہمارا خالق اور پروردگار ہم سے راضی ہو۔ وہ ہم پر رحمت فرمائے اور اپنی ناراضگی و غضب سے ہمیں محفوظ رکھے۔ اسی نیت کے تحت کیے ہوئے کام کو دنیا میں مقبولیت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت نصیب ہوتا ہے۔

سبق کا خلاصہ

- اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کام کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے۔
- تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس بات کا احساس و خوف پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میری ہر بات کو دیکھ رہا ہے، اگر میں نے اچھا عمل کیا تو وہ مجھے اچھا بدلہ عطا کرے گا اور اگر میں نے برا عمل کیا تو وہ مجھے سزا دے گا۔
- اسلام میں اخلاص و تقویٰ کی بہت بڑی اہمیت ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق اعمال کی جزا و سزا، اور ان کی قدر و قیمت کا تعین ان کی ظاہری صورت پر نہیں ہوگا، بلکہ اس نیت کی بنا پر کیا جائے گا جس کے تحت یہ کام کیا گیا ہے۔
- تقویٰ کو سارے اسلامی احکام کا مقصود اور معیارِ فضیلت قرار دیا گیا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• اخلاص و تقویٰ پر ایک آیت اور ایک حدیث با ترجمہ لکھ کر اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) دین میں اخلاص کا کیا مطلب ہے؟
(۲) شریعت میں تقویٰ کے کیا معنی ہیں؟
(۳) اخلاص کے بارے میں کسی ایک حدیث کا مفہوم بیان کریں۔
(۴) تقویٰ کے بارے میں کسی بھی ایک آیت کا مفہوم بتائیں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) خالص کا لفظ کسی ایسی چیز کے متعلق بولا جاتا ہے جو............. سے پاک ہو۔
(۲) جو اخلاص سے کام لیتا ہے اسے .... کہا جاتا ہے۔
(۳) اعمال کا دار و مدار.......... پر ہے۔
(۴) بزرگی و شرافت .... کا نام ہے۔
(۵) اسلام نے معیارِ............. تقویٰ کو قرار دیا ہے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اسلامی احکام کا خلاصہ اور مقصد صرف:
(الف) خوف ہے (ب) تقویٰ ہے (ج) جد و جہد ہے (د) جنت ہے

(۲) نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اعمال کی قدر و قیمت کا دار و مدار ہے:
(الف) ایمان پر (ب) اخلاصِ نیت پر (ج) نماز پر (د) گناہوں سے پرہیز پر

(۳) انسان جو اعمال صالحہ کرے وہ:
(الف) جنت حاصل کرنے کے لیے (ب) منصب حاصل کرنے کے لیے
(ج) مال و دولت حاصل کرنے کے لیے (د) رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے

(۴) ہم نے تم کو مختلف خاندان اور قبیلوں میں صرف اس لیے بنایا کہ ایک دوسرے کو:
(الف) پہچان سکو (ب) احترام کرسکو (ج) مالی مدد کرسکو (د) تبلیغ کرسکو

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ شرفِ قبولیت صرف اسی عمل کو ملتا ہے	نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمھارے دلوں اعمال کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ تمھاری شکلوں اور تمھارے اموال کو	کوئی فضیلت و برتری نہیں۔
۳۔ عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر	قربانی وغیرہ کا اصل مقصد حصولِ تقویٰ کو قرار دیا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور	جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہو۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) اخلاص کے لفظی معنی ....

(۲) تقویٰ کے لفظی معنی ....

(۳) جو آدمی اخلاص سے کام کرتا ہے اسے ....

(۴) اسلامی احکام کا مقصد صرف ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے اخلاص و تقویٰ پر مزید واقعات سنائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - تقویٰ کی اہمیت۔
  - تقویٰ کن چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔
  - تزکیہ نفس۔
  - متقی کے اوصاف۔
  - تقویٰ کے نتائج و برکات۔

۴۔ عدل و احسان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عدل و احسان کا مطلب بیان کر سکیں گے۔
- حضور اکرم ﷺ کا عدل و احسان تحریر کر سکیں گے۔
- ایک مہذب معاشرے میں توازن اور امن و بھائی چارہ کے قیام میں عدل و احسان کے کردار اور ان کی اہمیت سے آگاہ ہو کر اسے تحریر کر سکیں گے۔
- عدل و احسان کا فرق بیان کر سکیں گے۔

عدل کا مفہوم: عدل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں انصاف کرنا یا کسی چیز کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دینا کہ ان دونوں میں سے کسی بھی ایک میں ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ جو شخص کسی کے ساتھ بھلائی کرے اس کے ساتھ اتنی ہی بھلائی کی جائے اور جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرے اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے۔ اسی طرح ہر کام مناسب وقت پر کرنا اور ہر چیز کو موزون مقام پر رکھنا بھی عدل کہلاتا ہے۔

احسان کا مفہوم: احسان سے مراد یہ ہے کہ نیکی میں پہل کی جائے، نیکی کے بدلے میں زیادہ نیکی اور برائی کے بدلے میں بھی نیکی کی جائے۔ احسان یہ بھی ہے کہ کسی کام کو خوبصورت اور بہتر طریقے سے انجام دیا جائے یعنی ہر کام میں حسن و خوبصورتی پیدا کرنا بھی احسان کہلاتا ہے۔

عدل کی اہمیت: عدل کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ (المائدہ: ۸)

ترجمہ: ”انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے“۔

دوسری جگہ عدل کے ساتھ ساتھ احسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے“۔

عدل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس پر نظام کائنات کی بنیاد ہے اور اسی کے ذریعے معاشرہ قائم رہ سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں عدل قانون کا نام ہے اور احسان اخلاق کا۔ صرف عدل سے معاشرہ قائم تو رہے گا لیکن خشک وبدمزہ رہے گا جب کہ احسان سے برائیوں کا قلع قمع نہیں کیا جاسکے گا، بلکہ معاشرے کا وجود ہی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ اس لیے ایک مہذب معاشرے کے قیام کے لیے ان دونوں کی بہت بڑی اہمیت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا عدل واحسان: عدل واحسان کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ رہی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے خلاف آپ ﷺ کی عدالت میں مقدمہ دائر کرتا تو آپ ﷺ عدل سے کام لیتے ہوئے جانبدارانہ فیصلہ نہ فرماتے، بلکہ فریقین کا بیان سننے کے بعد اپنا فیصلہ صادر فرماتے۔ آپ ﷺ کی عدالت میں اپنے اور پرائے، مسلم اور غیر مسلم، طاقتور اور کمزور کا کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب آپ ﷺ کی ذات پر کوئی زیادتی کرتا تو آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لیتے بلکہ احسان سے کام لیتے ہوئے اسے در گزر فرما دیتے اور اس کی بھلائی کے لیے دعا فرماتے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہ فرمایا: ”آپس میں ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو معاف کردیا کرو“۔

عدل واحسان کی مختلف صورتیں: عدل واحسان کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ حسنِ سلوک سے کام لیں۔ اگر کوئی آپ سے بھلائی کرے تو آپ اس کے ساتھ اس سے بہتر بھلائی کریں۔ اگر کوئی آپ کے ساتھ برائی کرے تو آپ درگزر سے کام لیں۔ اگر یہ نہ کرسکے تو کم سے کم بدلہ لینے میں عدل وانصاف سے کسی صورت میں بھی انحرافی نہ کریں اور کسی کے ساتھ زیادتی ہرگز نہ کریں۔ لیکن جہاں معاملہ کسی ایسی زیادتی کا ہو جسے معاف کرنے سے ظالم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو وہاں معاملہ عدالت کے سپرد کردینا چاہیے تاکہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے جس سے اس کی اصلاح ہو اور دوسرے مجرموں کے لئے تنبیہ ہو اور عوام بھی ان کی زیادتیوں سے محفوظ رہیں۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے معاشرے میں عدل واحسان کو فروغ دیں کیوں کہ معاشرے کے امن وترقی کا دارومدار عدل واحسان پر ہے۔

سبق کا خلاصہ

- عدل، انصاف اور برابری کو کہتے ہیں۔ کسی کی اچھائی کے بدلے اتنی ہی اچھائی اور کسی کی برائی کے بدلے اتنا ہی بدلہ لیا جائے۔
- احسان کسی کے ساتھ بھلائی کرنا یا اس کی بھلائی کے بدلے زیادہ بھلائی کرنا یا کسی کی برائی کو معاف کرنا یا کسی کی برائی کے بدلے اس کے ساتھ اچھائی کرنے کو کہتے ہیں۔
- عدل کے بغیر معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا اور احسان کے بغیر معاشرہ خشک اور بدمزہ رہے گا۔
- ایک مضبوط اور مہذب معاشرے کے قیام کے لیے عدل واحسان کی ضرورت ہے

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• عدل واحسان کا مفہوم ایک دوسرے کو سمجھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) عدل سے کیا مراد ہے؟
(۲) احسان سے کیا مراد ہے؟
(۳) عدل واحسان کے بارے میں کسی آیت کا مفہوم بتائیں۔
(۴) احسان کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا طرزِ عمل بیان کریں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) جب کوئی بھی شخص کسی کے خلاف حضور اکرم ﷺ کی عدالت میں .... دائر کرتا تو آپ ﷺ عدل سے کام لیتے۔
(۲) انصاف کیا کرو کہ یہی ...... کی بات ہے۔

(۳) حضور اکرم ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی سے نہ...... لیتے بلکہ احسان سے کام لیتے۔

(۴) عدل .... کی صفت ہے، اسی پر نظامِ کائنات کی بنیاد ہے۔

(۵) عدل قانون کا نام ہے اور .... اخلاق کا۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ۫ میں حکم ہے:

(الف) نماز کا (ب) صبر کا (ج) شکر کا (د) عدل کا

(۲) عدل لفظ ہے:

(الف) عربی زبان کا (ب) فارسی زبان کا (ج) اردو زبان کا (د) سندھی زبان کا

(۳) عدل میں ہوتا ہے:

(الف) انصاف (ب) صبر و تحمل (ج) احسان (د) عفو و درگزر

(۴) نیکی میں پہل کرنے، برائی کے بدلے بھلائی کرنے، اور بھلائی کے بدلے زیادہ بھلائی کرنے کو:

(الف) عدل کہتے ہیں۔ (ب) احسان کہتے ہیں۔

(ج) عفو و درگزر کہتے ہیں۔ (د) مساوات کہتے ہیں۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ حضور اکرم ﷺ کی عدالت میں اپنے اور پرائے، مسلم اور غیر مسلم، طاقتور اور کمزور کا کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔		
۲۔ ہر کام میں حسن و خوبصورتی پیدا کرنا بھی عدل کہلاتا ہے۔		
۳۔ حضور اکرم ﷺ قومی معاملات میں عدل سے اور ذاتی معاملات میں احسان سے کام لیتے تھے۔		
۴۔ عدل اخلاق کا نام ہے اور احسان قانون کا۔		

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ عدل کے لفظی معنی ہیں	یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔
۲۔ احسان سے مراد یہ ہے کہ	معاف کیا کرو۔
۳۔ انصاف کیا کرو کہ	کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹنا۔
۴۔ آپس میں ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو	نیکی میں پہل کی جائے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ/طالبات کے سامنے عدل واحسان پر مزید واقعات عمدہ انداز میں پیش کریں تاکہ عدل واحسان کا مفہوم ان کے ذہنوں میں واضح ہو جائے۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - کائنات میں نظام عدل اور اس کی مثالیں۔
  - عدل واحسان سے معاشرے میں توازن، امن و بھائی چارے کی وضاحت۔

۵- حسنِ مُعاشرت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حسن معاشرت کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- حضور اکرم ﷺ کے "حسن معاشرت" پر مضمون تحریر کر سکیں گے۔
- حسن معاشرت کے مختلف پہلوؤں پر مباحثہ کر سکیں گے۔

حسنِ معاشرت کا مفہوم: انسان ایک معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے۔ اس لیے وہ تنہا زندگی گزار نہیں سکتا، بلکہ وہ معاشرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتا ہے۔ انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں کے لوگوں سے اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کو اچھے طریقے سے نبھانے کا نام "حسنِ معاشرت" ہے۔ اس تعلق میں نہ صرف والدین، رشتہ دار اور دوست شامل ہیں بلکہ اس میں محلّہ، وطن اور قوم کے لوگ یہاں تک کہ حیوانات ونباتات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ حسن معاشرت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے۔ اپنے پورے ماحول اور اس کے تمام افراد کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کیے جائیں۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ بڑوں کا ادب کیا جائے اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ ہر انسان کا اس کے مقام و مرتبے کے مطابق احترام کیا جائے۔

حسنِ معاشرت کی اہمیت: قرآن وسنت میں حسنِ معاشرت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے اپنی عبادت اور بندگی کے ساتھ والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے پڑوسیوں، ساتھیوں، مسافروں، اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "جو تم سے تعلق توڑنا چاہے تم اس سے تعلق جوڑو، جو تم پر زیادتی کرے تم اسے معاف کرو اور جو تم سے برائی کرے تم اس سے اچھائی کرو"۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "آپ کسی کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اسے سلام کرو"۔

حسنِ معاشرت کے مختلف پہلو: حسنِ معاشرت کے سلسلے میں اسلام نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کیا جائے، دوستوں کے ساتھ محبت اور مروت سے پیش آیا جائے، چھوٹوں پر شفقت کی جائے، قانون کا احترام کیا جائے، پڑوسی کا خیال رکھا جائے، خواتین کا احترام کیا جائے، انھیں مدد کی ضرورت ہو تو اس

سے گریز نہ کیا جائے۔ اپنے تمام بھائیوں کی امداد، خیر خواہی اور غمخواری کی جائے ۔ تہواروں اور تقریبات، شادی بیاہ، وفات اور جنازے وغیرہ کے موقعوں پر دوسروں کے آرام کا خیال رکھا جائے اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ کسی کا مذاق نہ اڑایا جائے، چڑانے کے لئے کسی کا نام نہ بگاڑا جائے، الزام تراشی و طنز سے گریز کیا جائے، کسی کے بارے میں خواہ مخواہ بد گمانی نہ کی جائے، کسی کے عیب تلاش نہ کیے جائیں، کسی کی چیز کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ کوئی شخص آپ کے ساتھ بھلائی کرے یا کچھ دے تو اس کا شکریہ لازماً ادا کیا جائے۔ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ لی جائے۔

حسنِ معاشرت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے کیوں کہ یہ ہمارے آج کے دور کی معاشرتی ضروریات میں بہت اہمیت کے حامل ہیں:

- گندی اور ناکارہ چیزیں ان کی مخصوص جگہوں کے علاوہ گلی اور راستے میں نہ پھینکی جائیں۔
- اونچی آواز میں ریڈیو، ٹی وی یا لاؤڈ اسپیکر چلا کر ارد گرد کے لوگوں کے آرام میں خلل نہ ڈالا جائے۔
- گلیوں میں اور سڑکوں پر کھیل کود یا ایسے عمل سے اجتناب کیا جائے، جس سے راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہو، گھروں کو نقصان پہنچتا ہو اور بعض اوقات کسی کو چوٹ بھی لگ سکتی ہے۔
- غیر ملکیوں کا احترام کریں ان کو کسی مدد یا رہنمائی کی ضرورت ہو تو وہ فراہم کریں۔
- بسوں، ویگنوں اور ریل گاڑی میں سفر کے وقت معذوروں، بیماروں، بزرگوں اور عورتوں کا خیال رکھیں۔
- اگر آپ سڑک پر پیدل یا سوار ہو کر جا رہے ہوں تو ٹریفک کے قوانین اور اشاروں کا خیال رکھیں۔

حسنِ معاشرت اور سیرتِ طیبہ: حضور اکرم ﷺ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں، پڑوسیوں، چھوٹوں، بڑوں سب کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھتے ۔ ان کی جانی، مالی، اخلاقی ہر طرح کی مدد فرماتے ۔ کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی بیمار پرسی کے لیے چلے جاتے ۔ مکہ والوں نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو کتنا تنگ کیا، کتنی اذیتیں دیں، آپ ﷺ کو شہر بدر کیا، مگر جب مکہ مکرمہ میں قحط پڑا اور ان کا نمائندہ مدینہ منورہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے امداد کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے اشرفیاں دیں۔ ان کے غلے کا انتظام فرمایا اور قحط سے نجات کی دعا فرمائی۔ یہودیوں کی طرف سے مخالفت ہر ایک کو معلوم ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ یہودیوں کے ساتھ بھی لین دین اور حسنِ سلوک جاری رکھتے۔ اگر کوئی ناپسندیدہ آدمی بھی آپ ﷺ کی خدمت میں آجاتا، تو اس سے بھی آپ ﷺ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور بے تکلفی سے بات چیت کرتے۔ اپنی ناپسندیدگی کا احساس تک نہ دلاتے۔

اس سبق میں ہمارے لیے پیغام ہے کہ ہم اپنے معاشرے کے تمام لوگوں سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔

اپنے ہر ایسے قول و عمل سے گریز کریں جس سے دوسروں کو اذیت پہنچتی ہو اور اپنے تعلق داروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ ان کی خدمت کریں۔ ہم اپنے گھر، پڑوس، مسجد، محلے، اسکول اور ماحول کو صاف ستھرا رکھیں۔ معاشرے کے مفید، ہمدرد، قانون کا احترام کرنے والے، وقت کے پابند اور بزرگوں کا احترام کرنے والے اچھے شہری بن جائیں۔

سبق کا خلاصہ

- انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں کے لوگوں سے اس کا ایک قسم کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کو اچھے طریقے سے نبھانے کا نام "حسنِ معاشرت" ہے۔
- قرآن وسنت میں حسنِ معاشرت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنا، بڑوں کا احترام کرنا چھوٹوں پر شفقت کرنا، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، لوگوں کی شادی غمی میں شریک ہونا، ان کی مدد کرنا، یہ ساری چیزیں حسنِ معاشرت کا حصہ ہیں۔
- اسلام میں شرافت و بزرگی کا معیار انسان کے اچھے رویے اور حسنِ معاشرت کو قرار دیا گیا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	طلبہ/طالبات حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں گھر، اسکول، محلّہ میں حسنِ معاشرت کی صورتیں تحریر کریں۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حسنِ معاشرت سے کیا مراد ہے؟
(۲) حسنِ معاشرت پر کوئی آیت با ترجمہ تحریر کریں۔
(۳) حسنِ معاشرت پر حضور ﷺ کی کوئی حدیث بتائیں۔
(۴) حسنِ معاشرت کے بارے میں حضور ﷺ کا طرزِ عمل بیان کریں۔

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) جو تم پر زیادتی کرے تم اسے .... کردو۔

(۲) کسی کی چیز اس کی .... کے بغیر نہ لی جائے۔

(۳) کوئی شخص آپ کے ساتھ بھلائی کرے یا کچھ دے تو اس کا .... لازماً ادا کریں۔

(۴) اگر کوئی ناپسندیدہ آدمی بھی حضور ﷺ کی خدمت میں آجاتا، تو اس سے بھی آپ ﷺ .... سے پیش آتے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) معاشرتی تعلق کو اچھے طریقے سے نبھانے کا نام ہے:

(الف) حسنِ معاشرت (ب) صداقت (ج) مساوات (د) عدل

(۲) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: آپ کسی کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اسے:

(الف) اچھا سمجھو (ب) سلام کرو (ج) برا بھلا مت کہو (د) دعا دو

(۳) حسنِ معاشرت کے سلسلے میں اسلام نے ہمیں یہ بھی ہدایت دی کہ ہم:

(الف) کسی کا مذاق نہ اڑائیں (ب) کسی کا نام بگاڑیں
(ج) بد گمانی کریں (د) الزام تراشی کریں

(۴) مکہ والوں نے قحط کے موقع پر حضور ﷺ سے امداد کی اپیل کی تو آپ ﷺ نے انھیں:

(الف) اونٹنیاں بھیجیں (ب) اشرفیاں بھیجیں
(ج) کھجوریں بھیجیں (د) بکریاں بھیجیں

۴۔ کالم-۱کے الفاظ کو کالم-۲کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ ہر انسان کا اس کے مقام و مرتبے کے مطابق	جس سے لوگ اس کی بد سلوکی کے ڈر سے ملنا جلنا چھوڑ دیں
۲۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ شخص بدترین آدمی کا مقام پائے گا	احترام کیا جائے۔
۳۔ اپنے معاشرے کے تمام لوگوں سے	بنیاد اچھے اخلاق اور نیک کردار کو قرار دیا گیا ہے۔
۴۔ قرآن وسنت میں شرافت و عظمت کی	حسن سلوک سے پیش آئیں۔

۵۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ حسن معاشرت کا مطلب ہے کہ باہمی جنگ وجدال کرنا۔		
۲۔ حسن معاشرت یہ ہے کہ تمام افراد کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔		
۳۔ حسن معاشرت یہ ہے کہ ریڈیو، ٹی وی، اور لاؤڈ اسپیکر بڑی آواز سے چلائی جائیں۔		
۴۔ حسن معاشرت میں لوگوں کی شادی غمی میں شریک ہونا۔		
۵۔ حسن معاشرت میں معذوروں، بیماروں، بزرگوں اور عورتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔		

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے سامنے حسنِ معاشرت کے سلسلے میں بزرگانِ دین کی کچھ مثالیں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - حسنِ معاشرت کی وسعت۔
  - حسنِ معاشرت کے فوائد ونتائج۔

٦- اندازِ گفتگو

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نبی کریم ﷺ کے انداز گفتگو کو سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- حضور اکرم ﷺ کے اندازِ گفتگو پر مضمون تحریر کر سکیں گے۔
- مختلف حقائق سمجھانے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے مختلف تمثیلات پیش فرمائی ہیں، انھیں بیان کر سکیں گے۔

ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نہایت خوش گفتار تھے، اللہ تعالیٰ نے انھیں معلمِ اخلاق بنا کر بھیجا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کی گفتگو اخلاق کریمانہ کی آئینہ دار تھی۔ آپ ﷺ کی گفتگو، قرآن مجید کے اس جملے: ''لوگوں سے اچھے انداز میں گفتگو کرو''۔ کی عملی تصویر تھی۔ آپ ﷺ کا اندازِ گفتگو، پر تاثیر، خیر خواہی پر مبنی، نہایت صاف و شائستہ ہوتا تھا۔

حضور ﷺ کے انداز گفتگو کے چند اہم نکات:

رسول اللہ ﷺ کو کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ایک جملے کو بار بار دہراتے۔ بات کی مناسبت سے آواز اور لہجے میں تیزی یا نرمی اختیار فرماتے۔ ہاتھوں کو حسبِ ضرورت حرکت دیتے۔ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے کبھی کوئی سوال کرتے اور کبھی کسی سوال کو بار بار دہراتے تاکہ لوگ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔ بات ایسی لمبی نہ کرتے کہ لوگ اکتا جائیں۔ تھوڑے سے وقت اور مختصر لفظوں میں پورا مفہوم ادا کر دیتے۔ گفتگو میں الفاظ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا۔ الفاظ نہ ضرورت سے کم ہوتے، نہ زیادہ۔ گفتگو میں عام طور پر مسکراہٹ شامل رہتی۔ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ''میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا''۔ اگر کسی کے ناپسندیدہ عمل پر نصیحت کرنی ہوتی تو اس کا نام لے کر یا اسے براہ راست مخاطب کر کے تنقید نہ فرماتے۔ کسی شخص کو سمجھانا ہوتا تو بالعموم نام لیے بغیر سب کو مخاطب کر کے وہ بات بیان کر دیتے تاکہ کسی کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھتے۔ لوگوں سے ان کی سمجھ اور عقل کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آپ ﷺ کی گفتگو کا انداز بالکل ایسا تھا کہ بات دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ (النساء: ٦٣)

ترجمہ: ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائے۔

حضور اکرم ﷺ کا تمثیلی انداز گفتگو: حضور ﷺ کسی چیز کی اہمیت سمجھانے یا کوئی بات ذہن نشین کرانے کے لیے مثالوں کا حکیمانہ انداز اختیار فرماتے، تاکہ بات خوب ذہن نشین ہو جائے، مثال کے طور پر آپ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل جمی ہے۔ حاضرین کو پوری طرح متوجہ دیکھ کر آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "لوگو تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر سے ایک نہر گزر رہی ہو، جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "اس کے جسم پر تو کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا" آپ ﷺ نے فرمایا: "بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے"۔ بھلا کون ہو گا جو اس حکیمانہ انداز سے متاثر نہیں ہوا ہو گا۔

ایک مرتبہ بتانا یہ مقصود تھا کہ اسلام ہی سلامتی والا سیدھا راستہ ہے۔ اس مفہوم کو ذہن نشیں کرانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی، جو ایک خاص منزل کی طرف سیدھی جا رہی تھی اور اپنا راستہ بڑی آسانی اور کامیابی سے طے کر رہی تھی۔ اس سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ نے کچھ آڑی ترچھی لکیریں کھینچی اور دکھایا کہ ان کے ذریعے انسان کو منزل مقصود حاصل نہیں ہو سکتی۔ سلامتی کا راستہ صرف درمیان والا ہے، جو صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایک مثالی خاکے کے ذریعے زندگی کی بہت بڑی سچائی واضح فرما دی۔

حضور ﷺ کی سیرت اور اندازِ گفتگو سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہماری سیرت و اخلاق اور انداز گفتگو میں ایسا حسن ہو کہ لوگوں کے دلوں میں ہمارے لیے محبت و احترام ہو اور ہماری بات سننے کے لیے متوجہ ہوں۔ پھر جب ہم گفتگو کریں تو بالکل آپ ﷺ کے اندازِ گفتگو اور آپ ﷺ کے حکیمانہ اندازِ تبلیغ کو سامنے رکھ کر کریں تو یقیناً ہماری گفتگو رائیگاں نہیں جائے گی۔

سبق کا خلاصہ

- حضور ﷺ کا اندازِ گفتگو، پُر تاثیر، خیر خواہی پر مبنی نہایت صاف و شائستہ ہوتا تھا۔
- حضور ﷺ اتنا ٹھہر ٹھہر کر بولتے کہ اگر کوئی آپ ﷺ کی باتوں کو یاد کرنا چاہتا تو یاد کر لیتا۔ بات کی مناسبت سے گفتگو میں تیزی یا نرمی اختیار فرماتے۔ مجمع کی مناسبت سے کم یا بلند آواز میں بات کرتے۔
- حضور ﷺ کی گفتگو حکیمانہ تمثیلوں سے پُر ہوتی۔ آپ ﷺ کی بات بات سے محبت کا رس اور خلوص و خیر خواہی کا سچا جذبہ ٹپکتا رہتا۔ کوئی بات غیر معقول اور دلیل سے خالی نہ ہوتی۔ آپ ﷺ کی ہر بات دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والی ہوتی۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• حضور اکرم ﷺ کا اندازِ گفتگو ایک دوسرے کو سنائیں۔ • حضور اکرم ﷺ کے انداز گفتگو پر مضمون تحریر کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضور ﷺ کے اندازِ گفتگو کے کوئی بھی دو نکات بیان کریں۔
(۲) اندازِ گفتگو کے بارے میں قرآن مجید کی کسی بھی ایک آیت کا مفہوم بتائیں۔
(۳) حضور ﷺ کے انداز گفتگو سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟
(۴) حضور اکرم ﷺ کے تمثیلی انداز گفتگو کا کیا مطلب ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ان سے ایسی بات کہو جو ان کے .... میں اثر کر جائے۔
(۲) آپ ﷺ کے گفتگو کا انداز بالکل ایسا تھا کہ بات دل کی .... تک اتر جاتی۔
(۳) آپ ﷺ مثالوں کا حکیمانہ انداز اختیار فرماتے، تاکہ بات خوب .... ہو جائے۔
(۴) بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے .... کو مٹا دیتا ہے۔
(۵) ایک مرتبہ یہ بتانا مقصود تھا کہ اسلام ہی .... والا سیدھا راستہ ہے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کی گفتگو میں عام طور پر:

(الف) مسکراہٹ شامل ہوتی　　(ب) سختی شامل ہوتی
(ج) گریہ شامل ہوتا　　(د) بے رخی شامل ہوتی

(۲) رسول اللہ ﷺ کو کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ایک جملے کو:

(الف) دو بار دہراتے (ب) تین بار دہراتے

(ج) چار بار دہراتے (د) بار بار دہراتے

(۳) حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کو:

(الف) خوش نہیں دیکھا (ب) مسکراتے نہیں دیکھا

(ج) قہقہے لگاتے نہیں دیکھا (د) روتے نہیں دیکھا

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ لوگوں سے اچھے انداز میں ۲۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کو ۳۔ بات کی مناسبت سے گفتگو میں تیزی یا نرمی ۴۔ حضور ﷺ نے ایک مثالی خاکے کے ذریعے زندگی کی	مسکراتے نہیں دیکھا۔ اختیار فرماتے۔ بہت بڑی سچائی واضح فرمادی۔ گفتگو کرو۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے سامنے حضور اکرم ﷺ کے اندازِ گفتگو کے سلسلے میں مزید کچھ مثالیں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - نبی کریم ﷺ کی گفتگو کی خوبیاں۔
  - جامع گفتگو سے مراد۔
  - خوش کلامی کے فوائد و نتائج

۷۔ گھریلو زندگی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نبی کریم ﷺ کی گھریلو زندگی کو سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- حضور اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی پر مضمون تحریر کر سکیں گے۔
- اچھی گھریلو زندگی گزارنے کے اصول سیکھ کر خاندان کے ذمہ دار افراد بن سکیں گے۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی گھر ہو یا بازار، خوشی ہو یا غمی، خوشحالی ہو یا تنگ دستی، سفر ہو یا حضر، ہر حال میں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ بہترین نمونۂ عمل اور قابلِ اتباع ہے۔ آپ ﷺ کے ارشادات اور معمولات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اچھے اور برے ہونے کا معیار یہ ہے کہ اس کا اپنے گھر والوں کے ساتھ سلوک کیسا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں“۔ ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے کمالِ ایمان کی نشانی اچھے خلق اور اپنے گھر والوں سے مہربانی والے رویہ کو قرار دیا، چنانچہ ارشادِ مبارک ہے: ”کامل مؤمن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا اور اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے“۔

اہل وعیال کے ساتھ برتاؤ: حضور اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی نہایت سادہ پُرکشش اور محبت وپیار والی تھی آپ ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات سے سچی محبت وعزت تھی۔

اور اپنی ازواج مطہرات کے حقوق میں پوری مساوات وعدل کو ملحوظ رکھتے تھے۔ کسی طرح کا فرق نہیں کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکل آتا اسے ساتھ لے جاتے تاکہ کسی کے دل میں رنجش باقی نہ رہے۔ نرم مزاجی کی شان یہ تھی کہ کبھی کسی خادم یا بیوی کو مارنا تو درکنار جھڑکا تک نہیں۔ اگر کوئی بات ناگوارِ خاطر ہوتی تو التفات میں کمی کر دیتے تاکہ وہ خود سمجھ کر اپنی اصلاح کر لیں۔ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو قرآن مجید ودینی باتوں کو یاد کرنے ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی تلقین کیا کرتے تھے اور اپنی ازواج مطہرات کے واسطے سے طبقہ خواتین کی اصلاح کرتے تھے۔ عورتیں اپنے مسائل لے کر آتیں اور ازواج مطہرات کی معرفت دریافت کرتیں۔

بچوں سے پیار: نبی کریم ﷺ اپنے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور اس کو نبوت کے شان اور مرتبے کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کے ایک بیٹے تھے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، جس کو رضاعت کے لیے مدینہ کے بالائی حصے میں ایک گھر میں رکھا گیا تھا۔ آپ ﷺ ان کو دیکھنے کے لیے خاصا فاصلہ چل کر تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ وہاں بیٹھتے اور بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے۔ انھی صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی بچپن میں وفات ہو گئی تو آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور آپ ﷺ فرمانے لگے: آنکھیں اشک بار اور دل غم زدہ ہے، لیکن ہم اپنی زبان پر ایسی بات نہیں لانا چاہتے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ اے ابراہیم! ہم آپ کے فراق پر غم زدہ ہیں۔ آپ ﷺ کو اپنی ساری اولاد سے محبت تھی۔

گھر کے معمولات: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتے۔ نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگاتے۔ اپنے جوتے کی مرمت کر لیتے۔ بوجھ اٹھاتے، جانوروں کو چارہ ڈالتے، اور گھر میں سب سے زیادہ نرم خو، مسکراتے چہرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ رہتے۔ آپ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے یا گھر سے باہر نکلتے تو گھر والوں کو سلام کرتے۔

مطلب کہ حضور اکرم ﷺ اپنی گھریلو زندگی میں بے مثال باپ، بے مثال شوہر اور مہربان اور شفیق تھے۔ آپ ﷺ کا ہر عمل و کردار قابل تقلید ہے۔ آپ ﷺ نے گھریلو زندگی میں بھی ہمارے لیے عمل و کردار اور اپنا اسوۂ حسنہ چھوڑا ہے جس پر عمل کر کے ہم اپنی گھریلو زندگی دین کے مطابق پر امن اور پر سکون بنا سکتے ہیں۔

سبق کا خلاصہ

- حضور اکرم ﷺ نے اپنی گھریلو زندگی سادہ اور پر وقار انداز میں گزاری۔ اپنی ازواج مطہرات سے دلی محبت کرتے۔ ان کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹایا کرتے۔ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ گھر میں تشریف لے جاتے۔ اپنی ازواج مطہرات کی باتیں سنتے، اور ان کے حقوق پوری طرح سے ادا کرتے تھے۔ بیویوں کے مابین عدل اور انصاف سے کام لیتے تھے۔ کبھی کسی خادم کو کسی غلطی پر جھڑکا تک نہیں۔ اپنی ساری اولاد سے بے پناہ محبت اور پیار کرتے، آپ ﷺ اپنی گھریلو زندگی نہایت سادگی سے بسر کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی سادہ زندگی کی تلقین کرتے۔

سر گرمی برائے طلبہ/طالبات	• حضور اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی ایک دوسرے کو سمجھائیں۔ • ان کاموں کی فہرست بنائیں جن سے اسکول کا ماحول خوش گوار بن سکے۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(ا) حضور اکرم ﷺ نے اہل خانہ کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟
(۲) حضور اکرم ﷺ کے گھر میں معمولات کیا تھے؟ تحریر کریں۔
(۳) حضور اکرم ﷺ کسی زوجہ محترمہ کو سفر لے جانے کے لئے کیا طریقہ اپناتے؟
(۴) حضور اکرم ﷺ نے طبقہ خواتین کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ اختیار فرمایا تھا؟
(۵) گھریلو زندگی کی متعلق رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کریں۔

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(ا) رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ بہترین .... اور قابل اتباع ہے۔
(۲) حضور اکرم ﷺ کی نرم مزاجی کی شان یہ تھی کہ کبھی کسی خادم یا بیوی کو مارنا تو درکنار .... تک نہیں۔
(۳) حضور اکرم ﷺ سب سے زیادہ نرم خو، مسکراتے چہرے اور .... کے ساتھ رہتے۔
(۴) عورتیں اپنے مسائل لے کر آتیں اور .... کی معرفت دریافت کرتیں۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(ا) حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے:

(الف) گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے
(ب) دوستوں کے ساتھ اچھا ہے
(ج) دشمنوں کے ساتھ اچھا ہے
(د) زیر دستوں کے ساتھ اچھا ہے

(۲) حضور اکرم ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں ایک گھر میں رکھا گیا تھا۔

(الف) رہائش کے لئے (ب) رضاعت کے لئے
(ج) آب و ہوا کے لئے (د) دیکھ بھال کے لئے

(۳) حضور اکرم ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو گھر والوں کو:

(الف) خدا حافظ کہتے (ب) سلام کرتے
(ج) گھر کی حفاظت کا کہتے (د) مویشیوں کی حفاظت کا کہتے

(۴) حضور اکرم ﷺ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ زندگی اس طرح گزاری جائے جیسے:

(الف) بادشاہ گزارتا ہے (ب) دولتمند گزارتا ہے
(ج) مفلس گزارتا ہے (د) مسافر گزارتا ہے

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضور ﷺ نے کمالِ ایمان کی نشانی اچھے خلق ۲۔ انسان کے اچھے اور بُرے ہونے کا معیار یہ ہے کہ ۳۔ حضور اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کو قرآن مجید و دینی باتوں کو یاد کرنے، ان پر عمل کرنے ۴۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے	اس نے اپنے گھر والوں کے ساتھ سلوک کیسا ہے۔ اور اپنے گھر والوں سے مہربانی والے رویہ کو قرار دیا۔ جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو۔ اور دوسروں تک پہنچانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے سامنے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی کے بارے میں مزید کچھ مثالیں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوان پر طلبہ/طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ نبی کریم ﷺ کی سادہ زندگی سے سبق۔

اخلاق و آداب

تعارف

اَخلاق خُلق کی جمع ہے۔ ''خُلق'' پختہ عادت، خصلت، رویہ اور طور طریقے کو کہتے ہیں۔ اخلاق سے مراد انسان کی وہ عادات، خصلتیں، رویے اور طور طریقے ہیں جن کے مطابق وہ زندگی گزارتا ہے۔ اگر انسان کی یہ عادات، رویے اور طور طریقے اچھے ہیں، تو انھیں ''اخلاقِ حسنہ'' یا ''اخلاق حمیدہ'' کہا جاتا ہے اور اگر وہ برے ہیں تو انھیں ''اخلاق سیئہ'' یا ''اَخلاقِ رَذِیلہ'' کہا جاتا ہے۔

آداب ادب کی جمع ہے۔ ''ادب'' تہذیب، شائستگی، سلیقے اور دلنشین انداز کو کہا جاتا ہے۔ آداب سے مراد یہ ہے کہ ہر کام تہذیب، شائستگی، سلیقے، اور خوبصورت انداز میں کیا جائے۔ اس لیے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اچھے اوصاف کو اپنانا ''اخلاق'' ہے اور ان اوصاف کو مہذب، خوبصورت ودلنشین انداز میں پیش کرنا ''آداب'' ہے۔ مثلاً امر بالمعروف و نہی عن المنکر اخلاقِ حسنہ ہے اور اس کے لیے مہذب، خوبصورت اور دلنشین انداز اختیار کرنا آداب ہے۔ ادب کے ساتھ جو کام کیا جاتا ہے اسے پذیرائی ملتی ہے، جیسے کہا جاتا ہے: باادب بانصیب بےادب بے نصیب۔

اسلام چوں کہ اپنے ماننے والوں کو با اخلاق، مہذب اور شائستہ دیکھنا چاہتا ہے اس لیے وہ اچھے اخلاق و آداب کو اپنانے کا حکم دیتا ہے اور برے اخلاق و آداب سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز فرمایا تھا، اور چاہتا ہے کہ آپ ﷺ کے امتی بھی اعلیٰ اخلاق کو اپنائیں۔ اخلاق کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ کوئی انسان اخلاقِ حسنہ پر عمل کرے یا نہ کرے لیکن ایک مسلمان کو کبھی بھی اخلاقِ حسنہ کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

تم میں سے بہترین لوگ وہی ہیں جو اپنے اخلاق میں دوسروں سے اچھے ہیں۔

اس باب میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، کسبِ حلال، کاروبار میں دیانت، نظم و ضبط اور قانون کا احترام، اتحادِ ملی اور حقوق العباد کے متعلق اسباق شامل ہیں۔

مقاصد

اس باب میں شامل اسباق کے مطالعے کے بعد طلبہ نہ صرف اخلاق و آداب سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے بلکہ ان کو عملی زندگی میں اپنا کر اچھے مسلمان اور اچھے پاکستانی شہری بننے کی کوشش کرکے سعادت دارین حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

۱- امر بالمعروف و نہی عن المُنکَر

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ / طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- معاشرے کی اصلاح میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت بیان/مباحثہ کر سکیں گے۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول و شرائط بیان کر سکیں گے۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق کسی قرآنی آیت/حدیث کا ترجمہ سنا سکیں گے۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا نہ کرنے کے نقصانات سے آگاہ ہو کر بیان کر سکیں گے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مفہوم: امر کے لفظی معنی ہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اور نہی کے لفظی معنی ہیں کسی بات سے روکنا۔ معروف کے معنی ہیں جانا پہچانا یا پسندیدہ کام۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ نیک کام، جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہو۔ منکر کا مطلب ہے ناپسندیدہ کام یا ایسا کام جو انسان کا جانا پہچانا نہ ہو۔ اس سے مراد ہے برائی، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہو۔ دوسرے لفظوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مطلب ہوگا "نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے دعوتِ دین اور تبلیغ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت: جس دین کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اس کی تکمیل آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے ذریعے سے ہوئی۔ اب قیامت تک کوئی اور پیغمبر آنے والا نہیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کے بعد اجتماعی طور پر یہ بات امتِ مسلمہ پر فرض کی گئی کہ وہ ایک دوسرے کو اور دنیا کے تمام لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ انھیں اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اسی فرض کی یاد دہانی کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ربانی ہے: ترجمہ: "(اے مؤمنو) جتنی امتیں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہترین ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو"۔ (آل عمران: ۱۱۰)

اور ایک حدیث شریف میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ

ترجمہ: نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا: "جو حاضر ہے وہ غائب تک میرا پیغام پہنچا دے"۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تمھیں نیکی کی ہدایت ضرور کرنا ہوگی اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے، پھر تم اسے پکاروگے، لیکن تمھاری پکاریں قبول نہیں ہوں گی"۔

ان آیات واحادیث سے واضح ہے کہ انسان کا صرف خود حق پر قائم رہنا ہی کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی حق پر قائم رہنے پر آمادہ کرے۔ یہ وہ پیغمبرانہ کام ہے جو ختمِ نبوت کی وجہ سے امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ ان آیات واحادیث سے یہ بھی واضح ہے کہ نیکی کی اشاعت کرنا اور برائی کو روکنا ہر ایک مسلمان کا انفرادی فرض بھی ہے تو اجتماعی طور پر اسلامی ریاست کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے میں نیکیوں کو رواج دے اور برائیوں کا قلع قمع کرے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے اصول و شرائط

۱۔ **با عمل ہونا:** اسلام دعوتِ دین دینے والے کو سب سے پہلے اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ جس بھلائی کی دوسروں کو دعوت دیتا ہے سب سے پہلے خود اس پر عمل کرے، ورنہ دعوت بے سود جائے گی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ (البقرہ: ۴۴)

ترجمہ: ''کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی پڑھتے ہو۔ تو تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟''

۲۔ اپنے گھر سے ابتدا: اسی طرح اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ نیکی کے کہنے اور برائی سے روکنے کے عمل کی ابتدا اپنے گھر سے کی جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دیا تھا:

ترجمہ: ''اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو''۔ (الشعراء: ۲۱۴)

اہلِ ایمان کو حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں''۔ (التحریم: ٦)

۳۔ حکمت و موعظۂ حسنہ: اسی طرح اسلام یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام حکمت و مصلحت کے ساتھ اچھے اور نرم انداز میں کیا جائے۔ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کی جائے۔ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے لوگ مانوس ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو''۔ (النحل: ۱۲۵)

اور یہ بھی فرمایا: ترجمہ: ''اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں''۔ (النساء: ٦٣)

۴۔ طاقت کے موافق امر بالمعروف و نہی عن المنکر: اسی طرح اسلام میں اس سلسلے میں لوگوں کی طاقت کے موافق ان پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے جو برائی ہوتے دیکھے اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اسے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے''۔

ہاتھ سے روکنا حکمرانوں کا کام ہے یا آدمی اپنے ماتحتوں اور اپنے صغیر اولاد کو ہاتھ سے روک سکتا ہے۔ عام آدمی کا کام ہے کہ زبان سے برائی کو روکے۔ اس کا یہ کام نہیں کہ ہر کسی کو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورتحال میں بجائے فائدے کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

یہ ساری احتیاطی تدابیر اس لیے بتائی گئی ہیں تاکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اصل مقصد یعنی انسانی معاشرے کی اصلاح حاصل ہو سکے۔

سبق کا خلاصہ

- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مطلب ہے "نیکی کا کہنا اور برائی سے روکنا"۔
- نبی کریم ﷺ کے بعد کسی اور نبی کو نہیں آنا، اس لیے یہ اس امت کی اجتماعی ذمے داری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کو پورا کرے۔ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔ معاشرے کی اصلاح میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بہت بڑا کردار ہے۔ حکمرانوں کا کام ہے کہ نیکی کی اشاعت اور برائی کا سدِّ باب کریں اور عوام میں سے علماء کرام اور سمجھدار لوگوں کا کام ہے کہ حکمت اور خیر خواہی کے انداز کو اپناتے ہوئے اس فریضے کو ادا کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مقصد اور اس کے طریقے ایک دوسرے کو سمجھائیں۔ - امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں کوئی ایک آیت اور ایک حدیث لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔ - طلباء و طالبات معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کریں اور ان کے ختم کرنے کے لئے تجاویز پیش کریں۔ اور مباحثہ کریں۔

مشق

ا- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) امر اور نہی کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کیا مراد ہے؟

(۳) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے دوسرے کون سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں؟

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول و شرائط میں سے کوئی بھی دو اصول بیان کریں۔

(۵) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت بیان کریں۔

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) تم دوسرے لوگوں کو نیکی کا کہتے ہو اور خود اپنے آپ کو............. ہو۔

(۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام حکمت .... و مصلحت کے ساتھ کیا جائے۔

(۳) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن......اور پتھر ہوں گے۔

(۴) اگر کوئی برائی کو زبان سے بھی نہ روک سکے تو اسے اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ .... کا کمزور درجہ ہے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) جتنی امتیں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہترین امت ہو اس لیے کہ تم:

(الف) نماز پڑھتے ہو
(ب) دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو
(ج) صدقہ و خیرات کرتے ہو
(د) نیکی کا کہتے ہو اور برائی سے روکتے ہو

(۲) حجۃ الوداع کے خطبے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: جو حاضر ہے وہ:

(الف) غائب تک میرا پیغام پہنچا دے
(ب) غائب تک میرا اسلام پہنچا دے
(ج) مسکینوں کو کھانا کھلائے
(د) بیماروں کی عیادت کرے

(۳) برائی کو ہاتھ سے روکنے کا کام ہے:

(الف) علماء کا
(ب) حکمرانوں کا
(ج) عام آدمیوں کا
(د) تبلیغ و وعظ کرنے والوں کا

(۴) امر بالمعروف کا مطلب ہے:

(الف) روزہ رکھنا
(ب) علم کا درس دینا
(ج) حج کی ترغیب دینا
(د) نیکی کا حکم دینا

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
ا- ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور بُرائی سے روکے۔		
۲- انسان خود حق پر قائم رہے دوسروں کو حق کی دعوت دینا ضروری نہیں۔		
۳- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کام میں بہت زیادہ سختی کرنی چاہیے۔		
۴- امت کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کو پورا کرے۔		

۵- مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(ا) لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق ....

(۲) حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہو۔ تو تم ....

(۳) اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ....

(۴) اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو ....

(۵) رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد گرامی ہے: جو حاضر ہے وہ غائب تک میرا ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے سامنے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ اور اس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی نمونوں کی کچھ مزید مثالیں بیان کریں تاکہ وہ اس کی افادیت سے خوب آگاہ ہو سکیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے **مختصر** مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ معاشرے کو ہر قسم کے منکرات (بگاڑ/برائیوں) سے بچانے کے لیے ایک مسلمان کی ذمہ داری۔
  - ❖ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ابتدا اپنی ذات سے۔
  - ❖ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ادا کرنے کے فائدے۔
  - ❖ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ادا نہ کرنے کے نقصانات۔

۲۔ کسبِ حلال

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- کسبِ حلال کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- اسلام میں کسبِ حلال کی اہمیت بیان کر سکیں گے۔
- کسبِ حلال کے جائز و ناجائز ذرائع میں فرق تحریر کر سکیں گے۔
- اپنی عملی زندگی میں حرام آمدنی کے انجام سے باخبر ہو کر اور کسبِ حلال کے جائز ذرائع پر عمل کر کے اچھے مسلمان اور بہتر شہری بن سکیں گے۔

کسبِ حلال کا مفہوم: کسب کے لفظی معنی ہیں کمانا اور حلال کے معنی ہیں جائز اور درست۔ کسبِ حلال کا مطلب ہے وہ "جائز کمائی" جو ان ذرائع سے حاصل کی جائے جنھیں شریعت نے درست قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حلال اور جائز ذرائع سے کمانے اور حلال و پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیتا ہے اور حرام و ناجائز ذرائع سے کمانے اور حرام و ناجائز چیزیں کھانے سے روکتا ہے۔

آمدنی کے حلال ذرائع: دینِ اسلام نے جن ذرائع کو حلال و جائز قرار دیا ہے وہ یہ ہیں: شریعت کے مطابق تجارت، کھیتی باڑی، صنعت و حرفت، حلال جانوروں کا شکار، مزدوری و ملازمت وغیرہ۔

آمدنی کے ناجائز ذرائع: دینِ اسلام نے جن ذرائع کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

شریعت کے خلاف تجارت، منشیات، سودی کاروبار، جوا، چوری، ڈکیتی، حرام جانوروں کا شکار اور اغوا برائے تاوان وغیرہ۔ اسی طرح وہ کمائی بھی حرام ہو جاتی ہے جو کسی کو دھوکا دے کر، چیزوں میں ملاوٹ کر کے یا ذخیرہ اندوزی کر کے یا رشوت اور ظلم و زیادتی کے ذریعے حاصل کی گئی ہو۔

کسبِ حلال کی اہمیت و تاکید: اسلام نے کسبِ حلال کی بہت تاکید کی ہے اور اسے فریضۂ عبادت کے بعد اہم فرض قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۱۰)

ترجمہ: ''پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو''۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ.

ترجمہ: ''حلال کمائی کی تلاش فریضۂ عبادت کے بعد اہم فرض ہے''۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام حلال ذرائع سے روزی کما کر اپنا گزر بسر کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے اور آٹا پیسنے کا کام کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیا کرتے تھے اور لکھنے کا کام کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام بھی تجارت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھیتی کی ہے اور تعمیر کا کام کیا ہے خانہ کعبہ بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام تلواریں اور زرہیں بنایا کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رنگریز تھے۔ جب کہ نبی اکرم ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی کی۔ اسی طرح تمام انبیاءکرام علیہم السلام نے اپنے قول وعمل کے ذریعے کسبِ حلال کی تعلیم دی اور تاکید کی۔

کسبِ حلال کی تاکید کی وجہ: خالقِ کائنات نے رزق وروزی کے تمام وسائل تو زمین میں پیدا کر لیے ہیں لیکن ہر شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ محنت وجدو جہد کرکے ان وسائل کو خود حاصل کرے۔ اس طرح انسان انفرادی طور بھی خوشحال زندگی گزار سکے گا تو اجتماعی طور پر اپنے سماج کی ترقی، آزادی وخوشحالی میں بھی اہم کردار ادا کر سکے گا اور اپنی ریاست کی آزادی وخود مختاری کو بھی قائم رکھ سکے گا۔

کسبِ حلال کی تاکید اس لیے بھی کی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص حرام ذریعہ اختیار کرے گا تو ظاہر ہے اس کا نقصان دوسرے انسانوں کو ہوگا۔ اسی طرح اگر ہر شخص حرام ذریعہ اختیار کرے تو پھر سارا سماج بدامنی اور بے چینی میں مبتلا ہو جائے گا، نہ کسی کا مال محفوظ رہے گا اور نہ جان اور نہ ہی ملک میں کوئی تعمیر وترقی ہو سکے گی۔

کسبِ حلال کی برکت: ایک مرتبہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری ہر دعا قبول فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا حلال بناؤ تو تمھاری ہر دعا قبول ہو گی۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ پاک

ہے اور وہ (صدقہ و خیرات میں سے) پاکیزہ مال کو ہی قبول فرماتا ہے۔

کسبِ حلال پر پلنے والی اولاد نیک و صالح ہوتی ہے اور ماں باپ کا سہارا بنتی ہے۔ اسی طرح حلال رزق کمانے والا محتاجی کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور نہ صرف وہ خود عزت بھری زندگی گزارتا ہے بلکہ اپنے ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ وہ فضول خرچی، عیش پرستی، گمراہی اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی آمدنی کو جائز کاموں میں خرچ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ رزقِ حلال کے حصول کی کوشش کریں اور حرام کمائی سے بچیں تاکہ ہماری عبادات، صدقہ و خیرات و دعائیں قبول ہوں اور ہمارے رزق میں برکت ہو اور پرسکون زندگی میسر ہو۔

سبق کا خلاصہ

- کسبِ حلال سے مراد وہ "جائز کمائی" ہے جو ان ذرائع سے حاصل کی جائے جنھیں شریعت نے درست قرار دیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے کسبِ حلال کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام حلال ذرائع سے روزی حاصل کیا کرتے تھے اور انھوں نے اپنی اپنی امت کو بھی حلال ذرائع سے روزی حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔
- حلال ذرائع سے روزی حاصل کرنے والا عزت بھری اور پرسکون زندگی بسر کرتا ہے اور وہ اپنے ملک و قوم کی تعمیر، ترقی، خوشحالی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نصیب ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں سرخرو رہتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• کسبِ حلال کے موضوع پر ایک مختصر مضمون تحریر کرکے اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔ • کسبِ حلال کے فوائد کی فہرست/نکات بنا کر استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) کسبِ حلال کا مفہوم بتائیں۔
(۲) آمدنی کے حلال ذرائع بیان کریں۔
(۳) آمدنی کے ناجائز ذرائع میں سے کوئی بھی تین ذرائع ذکر کریں۔
(۴) کسب حلال کی اہمیت کے بارے میں کسی آیت یا حدیث کا مفہوم بیان کریں۔
(۵) کسب حلال کے معنی کیا ہیں؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اگر کوئی شخص حرام ذریعہ اختیار کرے گا تو ظاہر ہے اس کا............ دوسرے انسانوں کو ہوگا۔
(۲) اپنا کھانا حلال بناؤ تو تمھاری ہر............ قبول ہوگی۔
(۳) تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے قول و عمل کے ذریعے .... کی تعلیم دی اور تاکید کی۔
(۴) کسب کے لفظی معنی .... کے ہیں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حلال کمائی کی تلاش فریضۂ عبادت کے بعد:
(الف) اہم فرض ہے (ب) سنت ہے (ج) ثواب ہے (د) جائز ہے

(۲) حضرت آدم علیہ السلام:
(الف) تاجر تھے۔ (ب) کاشتکار تھے۔ (ج) لوہار تھے۔ (د) بڑھئی تھے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام:
(الف) زرہیں بناتے تھے۔ (ب) بکریاں چراتے تھے۔
(ج) تجارت کرتے تھے۔ (د) کھیتی باڑی کرتے تھے۔

(۴) حضرت ادریس علیہ السلام:
(الف) درزی تھے۔ (ب) تاجر تھے۔ (ج) بڑھئی تھے۔ (د) چرواہے تھے۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں

جملے	درست	غلط
۱۔ کسبِ حلال پر پلنے والی اولاد نیک و صالح ہوتی ہے۔		
۲۔ حلال ذرائعِ آمدنی میں سے ایک چوری ہے۔		
۳۔ حلال رزق کھانے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔		
۴۔ حرام ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نصیب ہوتی ہے۔		

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضرت محمد ﷺ	تلواریں اور زرہیں بنایا کرتے تھے۔
۲۔ حضرت نوح علیہ السلام	بکریاں چراتے تھے۔
۳۔ حضرت ہود علیہ السلام	بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔
۴۔ حضرت داؤد علیہ السلام	تجارت کیا کرتے تھے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے کمرۂ جماعت میں کسبِ حلال کے موضوع پر تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - کسبِ حلال سے کیا مراد ہے؟ تصور۔
  - جائز ذرائع آمدنی سے کیا مراد ہے؟ تصور۔
  - جائز ذرائع آمدنی کی برکات۔

۳- کاروبار میں دیانت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- کاروبار میں دیانت کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- کاروبار میں دیانت کے بارے میں اسلامی تعلیمات بیان کر سکیں گے۔
- عملی زندگی میں کاروباری دیانت کی اہمیت تحریر کر سکیں گے۔

کاروبار میں دیانت کا مفہوم: کاروبار میں دیانت کا مفہوم ہے کہ کاروبار میں سچائی اور امانتداری کا خیال رکھا جائے۔ چیز خالص دی جائے۔ عیب چھپا کر کوئی چیز نہ دی جائے۔ ناپ تول کو ٹھیک اور سیدھا رکھا جائے اور کسی قسم کی دھوکہ دہی سے کام نہ لیا جائے۔

کاروبار میں دیانت کی اہمیت: اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ جہاں اس نے اپنے بندوں کی رہبری کے لیے عبادات اور معاشرت کا صحیح طریقہ بتا دیا ہے، وہاں اس نے اپنے بندوں کو کاروباری معاملات کے حوالے سے بھی مکمل اخلاقی تعلیمات فراہم کی ہیں، اس وقت دنیا میں جتنی ترقی نظر آ رہی ہے اس میں بہت بڑا ہاتھ کاروبار کا ہے۔

کاروبار میں دیانت کا انعام: حضور اکرم ﷺ نے کاروبار میں دیانت کا انعام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

ترجمہ: ”سچا اور دیانتدار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا“۔

کاروبار میں بد دیانتی اور اس کی سزا: کاروبار میں بد دیانتی کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- کاروباری آدمی کسی جنس کا ڈھیر اس طرح لگائے کہ اوپر اچھا مال ہو اور نیچے ناقص ہو۔
- مال میں ملاوٹ کرے، یا قیمت اعلیٰ مال کی لے اور مال گھٹیا دے۔ یا ناپ تول میں کمی بیشی کرے۔
- جب لے تو پورا لے اور جب دے تو گھٹا کر دے۔

قرآن مجید میں کئی جگہ اس قسم کی بددیانتی سے روکا گیا ہے، اور ترازو کو ٹھیک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے، جو ناپ تول میں بددیانتی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ﴿۲﴾ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ﴿۳﴾

(المطففین: ۱-۳)

ترجمہ: "ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص (کاروبار میں) دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں"۔ یہ کتنی بڑی سزا ہے کہ بددیانت آدمی کو آپ ﷺ نے مسلمانوں کی جماعت سے ہی خارج قرار دے دیا۔

دیانتداری کا فائدہ: کاروبار باہمی اعتماد پر چلتا ہے۔ جب ایک کاروباری شخص چیزیں خالص دیتا ہے۔ اپنے کاروبار میں کسی کے ساتھ دھوکہ یا بددیانتی نہیں کرتا تو خریداروں کا اس پر اعتماد قائم ہو جاتا ہے اور اس کا کاروبار بہت مشہور ہو جاتا ہے اور بہت زیادہ چلتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ نفع کماتا ہے اور عوام کی نظروں میں اس کے لیے عزت و احترام کے جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں۔

ابتدائی دور میں بہت سارے دور دراز علاقوں تک اسلام کی اشاعت مسلمان تاجروں کی دیانتداری ہی کے ذریعے سے ہوئی تھی۔ ملائیشیا، انڈونیشیا اور چین تک دیانتدار مسلمان تاجروں کی بدولت ہی اسلام پہنچا تھا۔ آج غیر مسلم تاجروں نے کاروبار میں دیانتداری اختیار کی ہے اور دنیا کی منڈیوں پر چھا گئے ہیں۔ ہم لوگ اس سے روگردانی کر کے اپنا اعتماد اور اپنی ساکھ کھو بیٹھے ہیں۔ جس کی وجہ سے کاروبار میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ حالانکہ غیر مسلموں کی کاروبار میں دیانت ان کی محض ایک چالاکی ہے، جب کہ ہمارے لیے دیانتداری ایمان کا مسئلہ ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ.

ترجمہ: "جو شخص دیانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں"۔

سبق کا خلاصہ

- کاروبار میں دیانتداری کا مطلب ہے کہ کاروبار میں سچائی اور امانتداری کا خیال رکھا جائے۔ کسی قسم کی دھوکہ دہی سے کام نہ لیا جائے۔
- اسلام نے کاروباری دیانتداری کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ سچائی اور دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والوں کو انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ جنت میں اکٹھا ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے اور دنیا میں مال اور کاروبار میں برکت کی بشارت دی گئی ہے۔ بددیانت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب اور دنیا میں بے برکتی کی وعید سنائی گئی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• کاروبار میں دیانت کا مفہوم اور اس کی اہمیت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • "کاروبار میں دیانت کا ہونا ہی اصل خوبی ہے اور ایمان کی تکمیل بھی" کلاس روم میں مباحثہ کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) کاروبار میں دیانت کا مفہوم بتائیں۔

(۲) اسلام کے ابتدائی دور میں دور دراز علاقوں تک اسلام کی اشاعت میں کن لوگوں کا زیادہ کردار رہا ہے؟

(۳) حدیث میں کون سے کاروبار میں برکت کا وعدہ کیا گیا ہے؟

(۴) سورۃ المطففین میں کن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے؟

(۵) کاروبار میں دیانت کی کیا اہمیت ہے؟ بیان کریں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ملائیشیا، انڈونیشیا اور چین تک دیانتدار مسلمان تاجروں کی بدولت ہی .... پہنچا تھا۔
(۲) غیر مسلموں کی کاروبار میں دیانت ان کی محض ایک .... ہے۔
(۳) جو شخص کاروبار میں دھوکہ یا بددیانتی نہیں کرتا اس پر خریداروں کا........... قائم ہو جاتا ہے۔
(۴) جو شخص دیانتدار نہیں اس کا کوئی .... نہیں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اس وقت دنیا میں جتنی ترقی نظر آرہی ہے اس میں بہت بڑا ہاتھ ہے:
(الف) کاروبار کا (ب) زراعت کا (ج) محنت مزدوری کا (د) ملازمت کا
(۲) جب کوئی شخص کاروبار میں دھوکا نہیں کرتا ہے تو لوگوں کا اس پر قائم ہوتا ہے۔
(الف) ایمان (ب) یقین (ج) اعتماد (د) توکل
(۳) کاروبار میں دیانتداری ہے:
(الف) کاروبار کی سیاست (ب) کاروبار کی ترقی کا مسئلہ
(ج) مذہب کا مسئلہ (د) ایمان کا مسئلہ
(۴) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص دیانت دار نہیں اس کا کوئی نہیں:
(الف) دوست (ب) ایمان (ج) اسلام (د) مذہب

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- کاروبار میں بددیانتی کرنے والا خدا اور انسان کے ہاں مقبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔		
۲- دیانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔		
۳- بددیانت انسان کا کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے۔		
۴- ملاوٹی و مضرِ صحت اشیاء لوگوں کو فراہم کرنا کاروباری بددیانتی ہے۔		

۵۔ کالم۔ا کے الفاظ کو کالم۔۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم۔ا	کالم۔۲
ا۔ سچا اور دیانت دار تاجر (قیامت کے دن)	اس کا کوئی ایمان نہیں۔
۲۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے	وہ ہم میں سے نہیں۔
۳۔ جو شخص دیانت دار نہیں	انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔
۴۔ جو شخص (کاروبار میں) دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے۔	خرابی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات سے کاروبار میں دیانت کے حوالے سے مضمون تحریر کروائیں۔
- طلبہ/طالبات سے دیانت کے فوائد کی فہرست بنوائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ / طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - اشیاء میں ملاوٹ کے مضر اثرات۔
  - مال کا عیب ظاہر کرنے کے فوائد۔
  - بددیانتی کا انجام۔

۴- نظم وضبط اور قانون کا احترام

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم وضبط کا مطلب بیان کر سکیں گے۔
- قانون کے احترام کا مقصد تحریر کر سکیں گے۔
- اپنی عملی زندگی میں نظم وضبط اور قانون پر عمل کرنے کی اہمیت تحریر سکیں گے۔
- قانون کے احترام سے بھی معاشرہ بگاڑ سے بچ سکتا ہے۔ مباحثہ کر سکیں گے۔

نظم وضبط: نظم وضبط سے مراد قانون اور قاعدے کی پاسداری کرنا ہے۔ فطرت کے اصولوں کے مطابق نہ تو کوئی فرد نظم وضبط کی پابندی کیے بغیر کامیاب وکامران ہو سکتا ہے اور نہ کوئی قوم۔ وہی قوم کامیاب ہو سکتی ہے جو نظم وضبط کی پاسداری کرے۔ کائنات کا پورا نظام نظم وضبط کے ساتھ چل رہا ہے اور ہمیں نظم وضبط کا درس دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائناتی نظام کے نظم وضبط کی ایک مثال دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ (یٰسٓ: ۳۸ - ۴۰)

ترجمہ: ''اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ غالب دانا کا اندازہ ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں''۔

کائنات کا یہ نظام ہمیں نظم وضبط کی اہمیت بتا رہا ہے اور یہ سمجھا رہا ہے کہ کسی بھی نظام کو کامیابی کے ساتھ

چلانے کے لیے نظم وضبط ضروری ہے۔

اسی طرح اسلام کا عبادتی نظام بھی ہمیں نظم وضبط کا درس دیتا ہے۔ مقررہ اوقات میں نمازوں کی ادائیگی، خاص مہینے میں روزوں کی فرضیت، پھر مقرر وقت پر سحری وافطاری، مقرر وقت میں حج کی ادائیگی، یہ ساری چیزیں ہمیں نظم وضبط کا پابند بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں اور ہماری معاشرتی زندگی کو متوازن بناتی ہیں۔

ایک طالبِ علم کے لیے نظم وضبط کا خیال رکھنا نہایت ہی اہم ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس کے تمام کاموں کے اوقات مقرر ہوں۔ وقت پر سونا، وقت پر جاگنا، وقت پر اسکول پہنچنا، وقت پر کام کرنا، وقت پر کھیلنا، پھر اسکول میں رہتے ہوئے اسکول کے قوانین کی پابندی کرنا۔ یونیفارم، کمرۂ جماعت، اسکول کی صفائی کا خیال، کمرۂ جماعت میں شور وغل سے پرہیز، تعلیم پر توجہ، اساتذہ کے احکامات کی تعمیل، لائبریری میں خاموشی سے مطالعہ کرنا وغیرہ یہ سب نظم وضبط کے دائرے میں آتا ہے۔

اسی طرح ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے دائرۂ کار میں نظم وضبط کا خیال رکھے۔ گھر میں رہتے ہوئے گھر کے اصول و قوانین کی پابندی کرنا، گھر اور باہر کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا، رش کی جگہ پر دھکم پیل سے گریز کرنا، قطار بنانا، دفاتر میں اوقاتِ کار اور اپنے فرائض کی ادائیگی کا خیال رکھنا، ٹریفک کے قوانین کا خیال رکھنا، یوٹیلیٹی بل وقت پر ادا کرنا وغیرہ یہ ساری چیزیں نظم وضبط کا حصہ ہیں۔ ہم انفرادی طور پر نظم وضبط کا مظاہرہ کریں گے تو اجتماعی نظم وضبط پیدا ہوگا، کیوں کہ انفرادی نظم وضبط ہی اجتماعی نظم وضبط کو جنم دیتا ہے، جو معاشرے کی خوشحالی وسکون کا ضامن ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے نظم وضبط کا خیال رکھیں۔

قانون کا احترام: کسی بھی حکومت کو چلانے کے لیے کچھ قاعدے اور ضابطے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ان قاعدوں اور ضابطوں کو قانون کہتے ہیں۔ قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا فرض ہوتا ہے۔ قانون پر عمل کرنے کی صورت میں ہر شہری کو اپنا حق ملتا ہے، ملک پورے نظم وضبط کے ساتھ چلتا ہے اور معاشرے میں امن وسکون ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی ملک میں قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، ہر شخص اپنی مرضی چلا رہا ہو تو وہاں افراتفری پھیل جاتی ہے۔ پھر نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے، نہ مال اور نہ عزت محفوظ رہتی ہے، نہ مذہب۔ معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پھیل جاتا ہے اور ایسی ریاست کو نہ مہذب ریاست کہا جاسکتا اور نہ ترقی یافتہ۔

نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قانون کا جو احترام تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بحیثیت سربراہِ مملکت منبر پر بیٹھ کر یہ اعلان کیا تھا کہ :

"اگر کسی کا کوئی بھی حق میرے اوپر ہے تو مجھ سے لے لے"۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ قانون کے نفاذ کے حوالے سے چھوٹے و بڑے، امیر و غریب، سیاہ و سفید، عربی و عجمی کا کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔

ہمارا فرض: ایک مسلمان اور اچھا شہری ہونے کے ناطے ہمارا فرض ہے کہ اسلام کے اصولوں کی پاسداری کریں اور ملکی قوانین کا احترام کریں۔ اسی طرح ایک اچھا اور مہذب معاشرہ **تشکیل پائے گا**۔ جن معاشروں میں لاقانونیت ہوتی ہے وہاں کا امن وسکون برباد ہو جاتا ہے۔ قانون پر عمل درآمد کروانے والوں کا بھی فرض ہے کہ وہ کسی کو بھی قانون سے بالاتر نہ سمجھیں۔ قوانین کا اطلاق سب پر یکساں ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی بھی ہے تو ملک اور قوم کی فلاح بھی۔

سبق کا خلاصہ

- نظم وضبط سے مراد قانون اور قاعدے کی پاسداری کرنا ہے۔ کائنات کا منظّم نظام اور ہمارا عباداتی نظام ہمیں نظم وضبط کی پابندی کا درس دیتا ہے۔
- کسی بھی قوم کی تہذیب وشائستگی اس کے نظم وضبط سے معلوم کی جاسکتی ہے۔
- نظم وضبط کی پاسداری کرنے والی قوم ہی ترقی وعروج کی منازل طے کر سکتی ہے۔
- کسی بھی حکومت کو چلانے کے لیے کچھ قاعدے اور ضابطے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ان قاعدوں اور ضابطوں کو قانون کہتے ہیں۔ قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا فرض ہوتا ہے۔ قانون کی پابندی سے ہی ہر شہری کی جان ومال اور عزت محفوظ رہ سکتی ہے۔
- اسلام جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے، اسی طرح نظم وضبط اور عوامی مفاد کے لیے بنائے گئے قوانین کی پابندی کا بھی حکم دیتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	
	• نظم وضبط اور قانون کے احترام کا مفہوم اور اس کی اہمیت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • "قانون کے احترام سے بھی معاشرہ بگاڑ سے بچ سکتا ہے" کلاس روم میں اس پر مباحثہ کریں۔ • طلباء وطالبات ان قوانین کی فہرست بنائیں جن کی وہ پابندی کرتے ہیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) نظم وضبط سے کیا مراد ہے؟
(۲) قانون کے احترام کا کیا مطلب ہے؟
(۳) سورہ یٰسٓ کی آیات ہمیں کس چیز کا درس دے رہی ہیں؟
(۴) اسلام کا عبادتی نظام ہمیں کیا سبق دے رہا ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اسلام کا عبادتی نظام ہمیں .... کا درس دیتا ہے۔
(۲) کسی بھی حکومت چلانے کے لیے جو قاعدے اور ضابطے مقرر کیے جاتے ہیں۔ انھیں .... کہا جاتا ہے۔
(۳) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کا کوئی بھی حق میرے اوپر ہو تو وہ .... سے لے لے۔
(۴) اچھے شہری کا فرض ہے کہ وہ ملکی .... کا احترام کرے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا:
(الف) فرض ہوتا ہے۔ (ب) حق ہوتا ہے۔
(ج) کام ہوتا ہے۔ (د) ملک پر احسان ہوتا ہے۔

(۲) ہم انفرادی طور پر نظم وضبط کا مظاہرہ کریں گے تو:
(الف) اجتماعی نظم وضبط پیدا ہوگا۔ (ب) اجتماعی کامیابی ہوگی۔
(ج) اجتماعی بھلائی ہوگی۔ (د) اجتماعی ترقی ہوگی۔

(۳) ”اور سورج اپنی مقرر جگہ پر چلتا ہے“ یہ ترجمہ لیا گیا ہے:
(الف) سورۃ الرحمٰن سے (ب) سورہ یٰسٓ سے
(ج) سورۃ الاخلاص سے (د) سورۃ الانشراح سے

(۴) قانون پر عمل کرنے کی صورت میں ملک چلتا ہے:

(الف) بد نظمی کے ساتھ (ب) افراتفری کے ساتھ
(ج) نظم وضبط کے ساتھ (د) حقوق کی ادائیگی کے ساتھ

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضور ﷺ قانون کے نفاذ کے حوالے سے	نہایت اہم ہے۔
۲۔ طالب علم کے لئے نظم وضبط کا خیال رکھنا	یکساں ہو۔
۳۔ قوانین کا اطلاق سب پر	نظم وضبط کا خیال رکھے۔
۴۔ ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں	چھوٹے بڑے، امیر وغریب، سیاہ وسفید کا کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔

۵- مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) ہمارا فرض ہے کہ ملکی قوانین کا..
(۲) ایک طالب علم کے لئے نظم وضبط کا خیال رکھنا ....
(۳) نظم اور ضبط سے قانون اور قاعدے کی....................................
(۴) قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا ....
(۵) کائنات کا پورا نظام..

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے سامنے نظم وضبط اور قانون کا احترام کرنے کے بارے میں بزرگان دین کی زندگی سے کچھ مزید مثالیں بیان کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/ طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - قانون کا احترام کیوں ضروری ہے؟
  - قانون کے احترام کے فوائد۔
  - قانون کی خلاف ورزی کے نقصانات۔

۵- اتّحادِ ملّی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ / طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اتّحادِ ملی کا مفہوم سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- اتّحاد ملی کی اہمیت وافادیت تحریر کر سکیں گے۔
- اتحاد ملی کے فروغ میں کردار ادا کرنے والے اہم امور تحریر کر سکیں گے۔

اتّحاد ملی کا مفہوم: اتّحاد ملی کا مفہوم ہے عقیدے، نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات کی وحدت کی بنیاد پر کسی قوم کا ایک ہو جانا۔ امتِ مسلمہ چوں کہ ایک ہی عقیدہ رکھتی ہے، ان کا نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات ایک ہی ہے، اس لئے وہ ایک ملت ہے۔ چاہے اس کے افراد دنیا کے کسی بھی کونے میں آباد ہوں۔ چاہے ان کا کسی بھی رنگ، نسل، زبان یا خطہ ارض سے تعلق ہو۔ جب کہ اسلام کے علاوہ باقی جتنے بھی مذاہب و نظریات کے پیروکار ہیں، ان سب کو ایک الگ ملت قرار دیا گیا ہے۔

اہمیت و ضرورت: اس میں کوئی شک نہیں کہ اتّحاد واتفاق میں برکت اور انتشار وافتراق میں بے برکتی ہے۔ اگر ایک گھر کے افراد باہم اتفاق واتّحاد رکھتے ہوں تو ان کے گھریلو حالات درست اور ان کا ماحول پر سکون ہوگا۔ مگر ان کے باہمی اختلاف وانتشار کی صورت میں وہ سکون سے محروم ہوں گے اور ان کا گھریلو ماحول بے چینی واضطراب کا شکار ہوگا۔

اسلام سے پہلے عرب قبائل ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں رہتے تھے۔ تھوڑی تھوڑی بات پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے رہتے تھے۔ ان کی آپس میں سات سو لڑائیاں مشہور ہیں۔ باہمی لڑائیوں کی وجہ سے ان کی قوت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے ان کی کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی۔ اسلام نے آکر ان کی منتشر قوت کو مجتمع کر دیا۔ ان کو ایک عقیدہ، ایک نظامِ فکر و عمل اور ایک مقصدِ حیات دے کر اس پر اکٹھے کر لیا۔ جس کے نتیجے میں انھوں نے تین براعظموں کے بڑے حصے پر اپنا تسلط جمالیا۔ مادی، روحانی، علمی، تہذیبی، اور تمدنی حوالے سے دنیا کی قیادت کرنے لگے۔ اسی نعمت کو یاد دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ

(آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی، اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ"۔

مِلّی اتحاد کے فروغ میں کردار ادا کرنے والے امور

عقیدۂ وحدت: تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خالق و مالک ایک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ ہدایت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ موت کے بعد زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یہ نظریاتی یگانگت مسلمانوں کو اتحادِ ملی کے ایک رشتے سے منسلک کر دیتی ہے۔

عبادتی نظام: مسلمانوں کا عبادتی نظام ان کے اتحادِ ملی کے رشتے کو اور مضبوط کر دیتا ہے۔ ایک ہی مرکز خانۂ کعبہ کی طرف منہ کر کے ایک امام کے پیچھے مسلمان پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں۔ بغیر کسی امتیاز کے سب لوگ کندھا کندھے کے ساتھ ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور ایک ہی طرح رکوع و سجدہ کرتے ہیں۔ نمازِ جمعہ ہفتے میں ایک دن محلے کے مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ملی اتحاد کا سبق دیتی ہے۔ نمازِ عیدین سال میں دو مرتبہ پورے شہر کے لوگوں کو شہر سے باہر ایک میدان میں جمع کر دیتی ہے۔ زکوٰۃ کی صورت میں مسلمان ایک دوسرے کی مالی مدد کرتے ہیں، جس سے ان کا رشتۂ اخوت مضبوط ہوتا ہے۔ روزہ انھیں اپنے غریب بھائیوں کی امداد، ہمدردی و غمخواری کا درس دیتا ہے۔ ماہِ رمضان کے اختتام پر فطرانہ ملت کے تمام افراد کو عید میں شامل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ حج تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر کے ایک بین الاقوامی ملی اتحاد کا سبق دیتا ہے۔ غرض ہم اسلام کے عباداتی نظام کو جس پہلو سے دیکھیں ملی اتحاد کے فروغ میں اس کا اہم کردار نظر آتا ہے۔

معاشرتی زندگی کے تمام اعمال میں یکسانیت: مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے جو ہمارے ملی اتحاد کا عظیم الشان مظہر ہے۔ مثلاً: شادی بیاہ، جنازہ، تجہیز و تکفین، حقوق و فرائض، آداب و اطوار، رہن سہن، میل جول، خاندانی نظام وغیرہ، ان سب کے سلسلے میں دینِ اسلام نے جو اصول و قواعد مقرر کیے ہیں تمام مسلمان ان پر یکساں طور پر عمل کرتے ہیں۔

نصب العین کی وحدت: ملی اتحاد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک متفقہ نصب العین دیا ہے اور وہ نصب العین وہی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا نصب العین تھا۔ اور وہ ہے ''اقامتِ دین''۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ: ۱۳)

ترجمہ: ''کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا''۔

یہ نصب العین امتِ مسلمہ کا متفقہ نصب العین ہے، جو مسلمانوں کو آپس میں متحد رکھتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا''۔ (آل عمران: ۱۰۳)

اتحادِ ملّی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت: اللہ تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کو اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کا حکم بار بار دیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں نہ جھگڑو کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھارا اقبال جاتا رہے گا''۔ (الانفال: ۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بہت سارے ارشادات میں اتحادِ ملی کی تعلیم دی ہے، جن میں سے کچھ ذیل میں دیے جاتے ہیں:

- تم مسلمانوں کو باہمی رحم، محبت اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ اگر اس کے ایک عضو میں تکلیف ہو جائے تو بدن کے سارے اعضاء بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔
- مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں۔

اتحادِ ملّی وقت کی اہم ضرورت: مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اپنے اتحاد کے لیے کوئی ایسی حکمت عملی تیار کریں جس کے ذریعے وہ آپس کے اختلافات بھی حل کریں تو دوسری قوموں کے ساتھ پائے جانے والے اختلافات

کو بھی حل کرائیں۔ اور اپنی معیشت و معاشرت کو بھی ترقی کی منزل کی طرف لے جائیں اور اپنے نصب العین کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ ہماری قوت، ترقی و خوشحالی کا دار و مدار مکمل طور پر ہمارے ملی اتحاد پر ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اتحادِ ملی کے لیے کوشش کریں اور ہر اس نعرے کی طرف توجہ نہ دیں جو ہمیں زبان، رنگ، نسل اور وطن کے نام پر تقسیم کر دے اور ہماری قومی وحدت کو پارہ پارہ کر دے۔

سبق کا خلاصہ

- اتحاد ملی کا مقصد ہے عقیدے، نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات کی وحدت کی بنیاد پر قوم کا ایک ہو جانا۔
- امتِ مسلمہ چوں کہ ایک ہی عقیدہ، ایک ہی نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات رکھتی ہے، اس لیے وہ ایک ملت ہے۔
- قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں اتحادِ ملی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اتحاد و اتفاق میں قوت ہے جب کہ اختلاف و انتشار میں کمزوری ہے۔
- ہمارا عبادتی نظام، ہماری ثقافت و تہذیب، ہماری سوچ کا انداز، اور ہمارے نصب العین کی وحدت ہمیں اتحاد و اتفاق کا درس دے رہی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• اتحادِ ملی کے موضوع پر مختصر مضمون تحریر کرکے اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔ • اتحادِ ملی کے فروغ میں کردار ادا کرنے والے اہم امور پر کلاس روم میں مباحثہ کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) اتحادِ ملی کا مفہوم کیا ہے؟
(۲) اسلام کے علاوہ کتنی ملتیں ہیں؟
(۳) اسلام سے پہلے عرب قبائل کس کے ساتھ دست و گریباں رہتے تھے؟
(۴) مسلمانوں نے اتحادِ ملی کی بدولت کتنے براعظموں پر اپنا تسلط جما لیا تھا؟
(۵) اتحاد ملی کے متعلق قرآن مجید کی کسی بھی ایک آیت کا مفہوم بتائیں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے .... تھے۔

(۲) اے اللہ کے بندو! آپس میں .... بن جاؤ۔

(۳) مسلمانوں کی قوت، ترقی اور خوشحالی کا دارومدار مکمل طور پر ہمارے .... پر ہے۔

(۴) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان .... میں رہیں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اتحاد واتفاق میں برکت اور انتشار وافتراق میں :

(الف) بے برکتی ہے۔ (ب) بے چینی ہے۔

(ج) لڑائی جھگڑا ہے۔ (د) ذلت ہے۔

(۲) تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ :

(الف) ملک وقوم ہے۔ (ب) قرآن مجید ہے۔

(ج) معاشرہ ہے۔ (د) تعلیم ہے۔

(۳) تمام مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں :

(الف) بے چینی پائی جاتی ہے۔ (ب) انصاف پایا جاتا ہے۔

(ج) یکسانیت پائی جاتی ہے۔ (د) اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۴) تم سب مسلمانوں کو باہمی رحم، محبت اور شفقت کرنے میں دیکھوگے :

(الف) ایک جسم کی طرح۔ (ب) دو جسموں کی طرح۔

(ج) تین جسموں کی طرح۔ (د) چار جسموں کی طرح۔

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ نظریاتی یگانگت مسلمانوں کو اتحادِ ملی کے ایک	اور تمھارا اقبال جاتا رہے گا۔
۲۔ اسلام کے علاوہ باقی جتنے بھی مذاہب و نظریات	مالی مدد کرتے ہیں۔
۳۔ زکوٰۃ کی صورت میں مسلمان ایک دوسرے کی	کے پیروکار ہیں ان سب کو ایک ملت قرار دیا ہے۔
۴۔ اور آپ میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ کمزور پڑ جاؤ گے	مضبوط رشتے سے منسلک کر دیتی ہے۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) قرآن مجید میں ہے: اس نے تمھارے دلوں میں ....

(۲) قرآن مجید میں ہے: دین کو قائم رکھنا اور اس میں ....

(۳) قرآن مجید میں ہے: اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور ....

(۴) ارشادِ نبوی ہے: اللہ کے بندے آپس میں ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے سامنے اتحادِ ملی کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی احادیث سے کچھ مزید مثالیں بیان کریں۔
- طلبہ/طالبات سے اتحادِ ملی کے سلسلے میں کچھ آیات، احادیث اور مسلمان مفکرین کے اقوال پر مشتمل چارٹ بنوا کر کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/ طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ اتحادِ ملّی کیا ہے؟
  - ❖ اتحادِ ملّی کیوں ضروری ہے؟
  - ❖ اتحادِ ملّی کے سلسلے میں اسلام کے احکامات کیا ہیں؟

٦- حُقوق العباد

(یتیم، بیوہ، معذور، مسافر)

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ /طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- یتیموں، بیوہ عورتوں، معذوروں اور مسافروں کے حقوق سے آگاہ ہو کر انھیں بیان کر سکیں گے۔
- ان کے حقوق کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات تحریر کر سکیں گے۔
- حقوق العباد کی فضیلت واہمیت قرآن مجید و حدیث پاک کی روشنی میں تحریر کر سکیں گے۔

حقوق العباد کے معنی و مفہوم: ''حقوق'' جمع ہے ''حق'' کی۔ ''حق'' کے لفظی معنی ہیں ''ثابت شدہ چیز اور مراعات''۔ حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔

حقوق اللہ سے مراد ہماری وہ ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں جن کی ادائیگی کی اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے۔

حقوق العباد سے مراد وہ مراعات ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ایک دوسرے کے لیے عائد کی ہوئی ہیں۔ ایک بندے کا حق دوسرے بندے کی ذمہ داری یا فرض بنتا ہے۔

کسی بھی معاشرہ کی خوشحالی، اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بہت زیادہ خیال رکھا جائے۔ ذیل میں معاشرے کے اہم افراد یتیم، بیوہ، معذور اور مسافر کے حقوق پیش کیے جا رہے ہیں:

یتیم کے حقوق: یتیم اس کم سن بچے یا بچی کو کہا جاتا ہے جس کا والد فوت ہو گیا ہو۔ اسلام ایسے بچوں کے لیے معاشرے پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔ انھیں اپنی پرورش میں لیا جائے۔ ان کے ورثاء کے چھوڑے ہوئے مال کی حفاظت کی جائے۔ ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے۔ جب وہ عقل و شعور اور اپنے مال سنبھالنے کی عمر کو پہنچ جائیں تب انھیں ان کا مال حوالے کیا جائے۔ ان کے مال سے ذرہ برابر بھی ناجائز طور پر نہ کھایا جائے۔

اسی طرح اسلام یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ یتیموں کے مال کو اپنے مال سے علیحدہ رکھو۔ ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا نہ دو۔ اور نہ ہی ان کے اچھے مال کے بدلے انھیں اپنا گھٹیا مال دو۔ یہ حرکت گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ”اور یتیموں کا مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ مال کو برے مال سے نہ بدلو۔ اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ۔ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے“۔ (النساء: ۲)

اسلام یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ اگر یتیم کی سرپرستی کرنے والا خود مفلس و نادار ہو تو یتیم کے مال سے بقدرِ ضرورت لے سکتا ہے، لیکن اگر مالدار ہو تو ہر گز نہ لے۔

ترجمہ: ”جو شخص آسودہ حال ہو اس کو پرہیز رکھنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر کچھ لے لے“۔ (النساء: ٦)

جو یتیم بچیاں اور بچے ایسے ہیں کہ ان کے پاس وارثوں کا چھوڑا ہوا مال نہیں ہے، اسلامی معاشرے کا اجتماعی فرض ہے کہ ان کی سنبھال رکھیں اور ان کی پرورش اور ان کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کریں یہ بھی اسلامی معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ جب یتیم بچے اور بچیاں جوان ہو جائیں تو مناسب طور پر ان کی شادی بیاہ اور رہائش کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

یتیم کی کفالت اور حسنِ سلوک کی فضیلت: نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادات میں یتیموں کی کفالت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

- مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جائے اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔

بیوہ عورتوں کے حقوق: بیوہ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔ اسلام سے پہلے دورِ جہالت میں اور آج بھی دیگر مذاہب میں بیوہ عورت کو مناسب مقام نہیں دیا جاتا لیکن دین اسلام نے بیوہ عورتوں کے حقوق متعین کیے اور انھیں معاشرے میں عزت بھرا مقام دلایا۔ ان کے حقوق میں سے چند درج ذیل ہیں:

- خاوند کی ملکیت سے مقررہ حصہ اسے دلایا گیا۔ اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ۔

- اگر خاوند نے زندگی میں مہر ادا نہ کیا ہو تو اس کے مرنے کے بعد اس کے مال سے پہلے بیوہ کا مہر نکالا جائے گا پھر اس کے باقی مال کو ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں بیوہ کا بھی حصہ ہو گا۔
- خاوند کی وفات کا سوگ/عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی۔
- عدت ختم ہونے کے بعد اسے اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی گئی اور کسی کو اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی اجازت نہیں ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آج کی مہذب و متمدن دنیا میں بیوہ عورتوں کو جتنے بھی حقوق مل رہے ہیں ان کی بنیاد اسلام نے ہی رکھی ہے۔

معذوروں کے حقوق: معذور معاشرے کے ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو اپنی جسمانی یا ذہنی کمزوری یا کچھ اعضاء کھو جانے کی وجہ سے اپنی ضروریات و معمولاتِ زندگی خود پوری نہ کر سکتے ہوں۔ معذوروں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں نے اپنے جس بندے کی دونوں آنکھیں لے کر اسے معذوری میں مبتلا کیا پھر اس نے اس پر صبر کیا تو اسے ان کے بدلے جنت عطا کروں گا"۔

اسلام تمام انسانوں کے ساتھ حسن وسلوک ہمدردی وتعاون کا درس دیتا ہے۔ لیکن ہماری ہمدردی و تعاون کے سب سے زیادہ مستحق وہ افراد ہیں جو کسی معذوری کا شکار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ایک مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے اس کی کوئی مصیبت دور فرمائے گا"۔

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "کسی بھولے بھٹکے کو یا کسی نابینا کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے"۔

معذوروں کے چند حقوق:

- معذور افراد چوں کہ اپنے معمولات کی انجام دہی خود پورے طور پر نہیں کر سکتے اس لیے صحتمند افراد پر یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ ہر طرح سے ان کا سہارا بنیں۔ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۔ ان کی خدمت کریں۔ معذور کی خدمت کر کے احسان جتانے سے روکا گیا ہے۔
- انھیں معذوری کا احساس دلانے سے بھی روکا گیا ہے۔
- ان پر معذوری کی وجہ سے برے نام رکھنے یا انھیں برے القاب سے پکارنے سے بھی روکا گیا ہے۔ جیسے کسی لنگڑے کو "لنگڑا" کہنے یا نابینا کو "اندھا" کہنے سے روکا گیا ہے۔ کیوں کہ اس سے ان کی دل آزاری ہو گی۔

- اگر کسی معذور کا رشتے دار یا مددگار نہ ہو تو یہ ریاست کی ذمہ داری ہوگی کہ معذوروں کا خیال رکھے، ان کے سنبھالنے کے لئے ادارے بنائے۔

مسافروں کے حقوق: مسافر ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام کاج یا ضرورت وحاجت کی وجہ سے گھر سے دور چلا جاتا ہے۔ مسافر انسان اپنے گھر سے دور رہنے کی وجہ سے وقتی طور پر آرام وآسائش سے محروم رہتا ہے۔ اس لیے اسلام اس کی عزت کرنے، مدد کرنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید نے جن لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں مسافر کا حق ادا کرنے کی بھی تاکید کی ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (الروم: ۳۸)

ترجمہ: "تو اہلِ قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو"۔

مسافر کی دو اقسام ہیں: (۱) ایک وہ جو ہمارے پاس بطور مہمان ٹھہرے (۲) دوسرا وہ جس کے ساتھ ہم شریک سفر ہوں۔

ہمارے پاس بطورِ مہمان ٹھہرنے والے مسافر کے حقوق: مہمان مسافر کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے"۔ مہمان کے اکرام میں بہت ساری چیزیں شامل ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- ایسے مسافر کا خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا جائے، سلام میں پہل کی جائے اور اس سے مہذب طریقے سے پیش آیا جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔
- اس کے کھانے پینے اور مناسب آرام کا بندوبست کیا جائے۔
- اگر مسافر مالی طور پر ضرورت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کی جائے۔
- مسافر کو رخصت کرتے وقت کچھ دور اس کے ساتھ چلا جائے اور دعاؤں کے ساتھ اسے الوداع کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ مسافروں کو اس دعا کے ساتھ رخصت فرماتے تھے: "میں تمھارے دین، امانت اور خاتمۂ عمل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں"۔

شریک سفر کے حقوق: جن لوگوں کے ساتھ ہم سفر کرتے ہیں ہم پر ان کے بھی کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ احسان کرو"۔ (النساء: ۳۶)

ہمسفر کے کچھ حقوق یہ ہیں:

- ہم سفر کے ساتھ خوش دلی کا مظاہرہ کیا جائے۔
- حتی الامکان لڑائی جھگڑے سے گریز کیا جائے، خوشگوار اور پر امن ماحول میں سفر جاری رکھا جائے۔
- ہم سفر سے خدمت لینے کے بجائے اس کی خدمت کرنے کو ترجیح دی جائے۔
- ایثار و قربانی کا معاملہ کیا جائے، ساتھی مسافر کو اپنی طرف سے کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کیا جائے۔
- اپنی ضرورت سے زائد چیز اپنے مسافر بھائی کو دی جائے۔

اس طرح کے باہمی تعاون سے سفر خوشگوار گزرتا ہے، ایک دوسرے کی ضرورت بھی پوری ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی راضی رہتا ہے۔

سبق کا خلاصہ

- یتیم اس کمسن بچے یا بچی کو کہا جاتا ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔
- بیوہ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔
- معذور ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو اپنی جسمانی یا ذہنی کمزوری یا بعض اعضاء کھو جانے کی وجہ سے اپنی ضروریات و معمولاتِ زندگی خود پوری نہ کر سکتے ہوں۔
- مسافر ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام کاج یا ضرورت و حاجت کی وجہ سے گھر سے دور چلا جاتا ہے۔
- اسلام ان تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔
- اسلام معاشرے کے ہر فرد کو یہ تاکید کرتا ہے کہ وہ جانی، مالی اور اخلاقی طرح سے ان کی مدد کرے۔
- اسلام حکمرانوں پر لازم قرار دیتا ہے کہ معاشرے کے ایسے بے سہارا افراد کا تدارک کریں۔ ان کی ضروریات و سہولیات کا خیال رکھیں، تاکہ وہ بھی اس دنیا میں اپنی زندگی عزت بھرے طریقے سے گزار سکیں۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	
	• اس سبق کا خلاصہ خوشخطی میں لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) یتیم کس کو کہتے ہیں؟
(۲) بیوہ کا مطلب کیا ہے؟
(۳) معذور کے معنی کیا ہیں؟
(۴) مسافر کس کو کہا جاتا ہے؟
(۵) حقوق اللہ سے کیا مراد ہے؟
(۶) حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ہماری ہمدردی و تعاون کے سب سے زیادہ مستحق وہ افراد ہیں جو کسی .... کا شکار ہیں۔
(۲) کسی بھولے بھٹکے کو یا کسی نابین کو راستہ بتانا بھی .... ہے۔
(۳) قرآن مجید میں ارشاد ہے: اہلِ قرابت، محتاجوں اور .... کو ان کا حق دیتے رہو۔
(۴) میں تمھارے دین، امانت اور خاتمہ عمل .... کے سپرد کرتا ہوں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ یتیموں کے مال کو اپنے مال سے :
(الف) علیحدہ رکھو۔ (ب) ملا لو۔ (ج) ملا کر کھاؤ۔ (د) بہتر سمجھو۔

(۲) مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ :
(الف) بدسلوکی کی جائے۔ (ب) بھلائی کی جائے۔
(ج) نرمی کی جائے۔ (د) سختی کی جائے۔

(۳) اولاد ہونے کی صورت میں شوہر کی ملکیت میں بیوہ کا حصہ ہے:
(الف) آدھا۔ (ب) چوتھا۔ (ج) چھٹا۔ (د) آٹھواں۔

(۴) قرآن مجید کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ کرو:

(الف) عدل۔ (ب) احسان۔ (ج) ہمدردی (د) خوش دلی کا مظاہرہ۔

(۵) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی بھولے بھٹکے کو یا کسی نابینا کو راستہ بتانا بھی:

(الف) جہاد ہے۔ (ب) صدقہ ہے۔ (ج) عدل واحسان ہے۔ (د) حُسن معاشرت ہے۔

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ مسافر کو رخصت کرتے وقت کچھ دور اس کے ساتھ	اس کی خدمت کرنے کو ترجیح دی جائے۔
۲۔ ہم سفر سے خدمت لینے کے بجائے	چلا جائے اور دعاؤں کے ساتھ اسے الوداع کیا جائے۔
۳۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت دور کرے گا تو اللہ	اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ دیا جائے گا۔
۴۔ اولاد ہونے کی صورت میں، بیوہ کو آٹھواں	قیامت کی مصیبتوں میں سے اس کی کوئی مصیبت دور فرمائے گا۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ ....

(۲) بیوہ کا اولاد نہ ہونے کی صورت میں ....

(۳) معذور ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو ....

(۴) ترجمہ قرآن مجید ہے کہ: "اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کے درمیان یتیم، بیوہ، معذور اور مسافروں کے حقوق کے بارے میں مذاکرہ کا اہتمام کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - یتیم کے حقوق کی فہرست/نوٹ۔
  - یتیموں کے مدد کرنے کا جذبہ۔
  - بیوہ عورتوں کے حقوق کی فہرست/نوٹ۔
  - بیوہ عورتوں کی مدد کرنے کا جذبہ۔
  - معذور افراد کے حقوق کی فہرست/نوٹ۔
  - معذوروں کے ساتھ مدد کرنے کا جذبہ (معاشرہ میں کارآمد شہری بنانا)
  - مسافروں کے حقوق کی اہمیت/فہرست/نوٹ۔

باب پنجم

ہدایت کے سر چشمے / مشاہیرِ اسلام

تعارف

انسانوں میں کچھ ایسے انسان ہوتے ہیں جو مضبوط ایمان، اعلیٰ اخلاق، بلند کردار، بڑی ہمت، عظیم حوصلے، نہایت بہادری اور جرأت کے مالک ہوتے ہیں۔ جو اپنی فکری، علمی، دینی، ملّی، سیاسی اور سماجی خدمات کے حوالے سے دوسرے انسانوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے سوانحی حالات اور کارناموں کو پڑھنے سے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ لوگ انھیں اپنا نمونۂ عمل سمجھ کر ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور اسی میں اپنی سعادت اور کامیابی سمجھتے ہیں۔

ایسی شخصیات میں سے سیدۃ النساء خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ، بو علی ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جیسی عظیم شخصیات بھی ہیں۔

مقاصد

اس باب میں جن عظیم شخصیات کا تعارف اور سوانحی حالات وخدمات بیان کی گئی ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ ہماری نئی نسل ان شخصیات کے حالات اور کارناموں سے واقف ہو سکے اور اپنے اندر ان کے لیے محبت کے جذبات پیدا کر سکے اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر اپنا مستقبل سنوار سکے۔

۱۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ابتدائی حالات، زندگی بیان کر سکیں گے۔
- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبے کو بیان کر سکیں گے۔
- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ذات کو اعلیٰ نمونہ سمجھتے ہوئے ان کے نقشِ قدم پر چلنے سے معاشرے پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات، تحریر کر سکیں۔

ولادت اور ابتدائی حالات: خاتونِ جنت سیدۃ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام نبیوں کے سردار نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نہایت پیاری صاحبزادی تھیں۔ مستند روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثتِ نبوی سے پانچ سال پہلے ہوئی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ۳۵ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے سب سے چھوٹی تھیں۔ آپ کے کئی القابات تھے، جن میں سے "سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ" "زہراء"، "بتول" اور "طاہرہ" مشہور ہیں۔

بچپن اور ابتدائی حالات: بچپن ہی سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں بہت زیادہ سنجیدگی اور سادگی تھی۔ کھیل کود میں ان کا جی نہیں لگتا تھا اور نہ ہی اپنے قبیلے کے گھروں میں جانا پسند کرتی تھیں۔ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے پاس ہی رہتی تھیں۔ ان کی یہ سادگی، فہم اور عقلمندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے حد پسند تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو بتول (دنیا سے قطع تعلق کی ہوئی) کہا کرتے تھے۔ ان کی پرورش و تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کے مبارک ماحول میں ہوئی اور اپنی والدہ محترمہ کی نگرانی میں سن شعور کو پہنچیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگرچہ دن رات دعوت و تبلیغ میں مصروف رہتے تھے تاہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے لیے خصوصی وقت نکال لیا کرتے تھے۔

شادی: ہجرت مدینہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے طے کر دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان دنوں بے سروسامانی کے حالت میں تھے، اس کے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایت کے مطابق اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں بیچ دی جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید

لیا اور پھر یہی زرہ بطور ہدیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ کی رقم سے شادی کا انتظام کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی جہیز مہر چار سو درہم چاندی مقرر کی اور خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ یوں سن ۲ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا نہایت سادگی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شخصیت اور مرتبہ: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نہایت عمدہ عادات وخصائل کی مالکہ تھیں۔ وہ بہت متقی، پرہیز گار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ وہ اپنے گھر کے تمام کام کاج خود انجام دیتیں اور اس دوران ذکر الٰہی میں مشغول رہتیں۔ اگرچہ وہ خود کئی کئی دن فاقے سے ہوتیں لیکن سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتیں۔ آپ ہمیشہ سے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بول چال، لباس اور اپنے تمام انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پیروی کرتی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے تمام حرکات وسکنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی کو پایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا استقبال فرماتے، انھیں "مرحبا" کہتے اور بڑی عزت کے ساتھ اسے اپنے قریب بٹھاتے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی پر تپاک انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ: "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، جس نے اسے خوش کیا تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے اسے ناراض کیا تو مجھے ناراض کیا"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں جس سے مل کر جاتے وہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس سے ملتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر ذکر الٰہی جاری ہے۔ انھوں نے جو لباس زیب تن کیا ہوا تھا اس پر کئی پیوند تھے۔ یہ منظر دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فاطمہ (رضی اللہ عنہا) دنیا کی تکلیف کا صبر سے مقابلہ کرو اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا اچھا اجر دے گا"۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ہوئے، جب دستر خوان بچھایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا: "یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوا دو، وہ کئی دنوں کے فاقے سے ہے"۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتیں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر گیری میں پیش پیش رہتی تھیں۔ غزوہ احد کے موقع پر جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخمی ہونے کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہا بہت غمزدہ ہوئیں اور فوراً لڑائی کے میدان میں پہنچ گئیں اور اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کو دھویا، پیشانی کے زخم سے خون ختم نہیں رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے کھجور کی چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی جس سے خون رک گیا۔

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا ہی کی اولاد کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسل کو باقی رکھا، جب کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹے تو بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور باقی بیٹیوں کی اولاد زندہ نہ رہی۔

اولاد: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی چھ اولادیں تھیں، جن کے نام یہ ہیں: حضرت امام ابو محمد حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام ابو عبداللہ حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، اور حضرت اُمُّ المصائب زینب رضی اللہ عنہا۔ حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخِ اسلام میں مشہور ہیں۔

وفات: نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بہت غمگین رہنے لگیں تھیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے صرف چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو تقریباً ۲۹ سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

سبق کا خلاصہ

- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ "طاہرہ" رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔
- سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بہت اچھی تربیت فرمائی تھی۔ وہ مکی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکالیف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھیں۔
- سید فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نہایت پاکباز، عبادت گزار اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے خاوند اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے فرزند تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کی بیٹیاں تھیں۔ ان کی عبادت، تقویٰ، پرہیزگاری اور عمدہ اخلاق قابلِ تقلید ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	
	• حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شخصیت پر ایک مضمون لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔ • حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے القاب خوشخط تحریر کریں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت کب ہوئی؟
(۲) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام کیا تھا؟
(۳) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے القاب بتائیں؟
(۴) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام کیا تھا؟
(۵) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اولاد کے نام بتائیں۔

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اگرچہ خود کئی کئی دن فاقے سے ہوتیں لیکن کسی .... کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتیں۔
(۲) سن...... ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا حضرت ابوالحسن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔
(۳) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جہیز مہر.......... درہم طے پائی۔
(۴) جنگ احد میں حضرت .... نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں پر رکھی تھی۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھیں:
(الف) پہلی اولاد (ب) دوسری اولاد
(ج) تیسری اولاد (د) سب سے چھوٹی اولاد

(۲) ایک مستند روایت کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تھی:
(الف) ۳۵ سال (ب) ۴۵ سال (ج) ۴۰ سال (د) ۴۱ سال

(۳) حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک تھی:
(الف) تقریباً ۲۴ سال (ب) تقریباً ۲۹ سال
(ج) تقریباً ۳۴ سال (۴) تقریباً ۳۹ سال

(۴) حضور اکرم ﷺ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا:

(الف) یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھجوادو (ب) یہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھجوادو

(ج) یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوادو (د) یہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بھجوادو

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
ا۔ اللہ تعالی نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی نسل کو باقی رکھا۔		
۲۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو جہیز میں عمدہ گھر، عمدہ لباس، اور سونے کے بہت زیور دیے گئے تھے۔		
۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس شادی کے وقت ایک گھوڑا اور ایک زرہ تھی، اس نے زرہ بیچ کر شادی کا انتظام کیا۔		
۴۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھا۔		

۵۔ کالم-ا کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-ا	کالم-۲
ا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی سے	جن میں سے ایک "سیدۃ نساء اہل الجنۃ" ہے۔
۲۔ "بتول" کے معنی ہیں	میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔
۳۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کئی القابات تھے،	پانچ سال قبل ہوئی۔
۴۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا	دنیا سے قطع تعلق کئے ہوئے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ / طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شخصیت، القاب، شادی، اولاد۔
  - ❖ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رتبہ و مقام۔
  - ❖ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کردار کی خوبیاں۔

۲۔ محمد بن قاسم

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
- محمد بن قاسم کی ابتدائی حالات زندگی بیان کر سکیں گے۔
- فاتحِ سندھ کی شخصیت اور اس کے کارناموں اور بہادری و شجاعت پر مضمون تحریر کر سکیں گے۔
- اس کے نقشِ قدم پر چل کر ملت اسلامیہ کے لئے کی جانے والی خدمات کو بیان کر سکیں گے۔

ولادت اور ابتدائی حالات: عرب کے نامور سپہ سالار، فاتحِ سندھ محمد بن قاسم، اسلامی تاریخ کے قابلِ فخر فرزند ہیں۔ ان کا پورا نام عماد الدین محمد بن قاسم ثقفی تھا۔ وہ سن ۷۵ھ بمطابق ۶۹۴ ع میں طائف میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قاسم بصرہ کے گورنر تھے۔ اس وقت بصرہ ایک بڑا علمی، ثقافتی اور عسکری مرکز تھا۔ محمد بن قاسم نے طائف اور بصرہ میں تعلیم پائی۔ محمد بن قاسم تقریباً پانچ سال کی عمر کے تھے کہ ان کے والد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ محمد بن قاسم اپنی صلاحیتوں اور مہارتوں کی وجہ سے ۱۴ سال کی عمر میں دمشق کی فوج میں بھرتی ہوئے اور وہاں عسکری تربیت حاصل کی اور اپنی قابلیت کی بنیاد پر فوج میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ محمد بن قاسم ایک حوصلہ مند، بہادر اور مضبوط ارادے کے مالک نوجوان تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت بلند اخلاق شیریں بیان اور ہنس مکھ شخصیت کے حامل تھے۔ فوج میں بڑی عمر کے لوگ بھی ان کی بے حد عزت کیا کرتے تھے۔

یہ وہ دور تھا جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ دنیا کے دور دراز مقامات تک پھیل گیا تھا۔ سندھ کو فتح کرنے کی کوششیں اگرچہ دیگر خلفاء کے زمانے میں بھی کی گئیں تاہم سندھ کی فیصلہ کن فتح ولید بن عبد الملک اموی کے زمانے میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں ہوئی۔

فتحِ سندھ کے اسباب: فتحِ سندھ کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، مگر سندھ پر حملے کا فوری سبب یہ بنا کہ جزیرہ سرندیپ میں کئی مسلمان تاجر اپنے اہل وعیال کے ساتھ آباد تھے، جن میں سے کچھ تاجروں کا انتقال ہو گیا۔ یہاں کا راجا مسلمانوں کے خلیفہ سے تعلقات استوار کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے خلیفہ کی دربار میں قربت حاصل کرنے

کے لیے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان تاجروں کی بیواؤں اور یتیم بچوں کو تحفے تحائف دے کر بحری جہاز میں کوفہ کی طرف روانہ کیا، اس جہاز میں کچھ حاجی بھی سوار تھے۔ مخالف ہواؤں کی وجہ سے یہ جہاز سندھ کے ساحلی بندر ''دیبل'' پر پہنچ گیا۔ دیبل میں راجہ داہر کا ایک گورنر تھا۔ ان لوگوں نے مسلمان مسافروں کو بے دردی سے لوٹ لیا، ان کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا۔ ایک دو مسلمان کسی طرح جان بچا کر نکل گئے اور عراق کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو پوری صورتحال سے آگاہ کیا اور اسے یہ بھی بتایا کہ جب ایک بیوہ مسلمان عورت سے سامان لوٹا جا رہا تھا تو اس نے دہائی دیتے ہوئے کہا تھا:

یَاحَجَّاجُ! اَغِثْنِی.

ترجمہ: اے حجاج! میری مدد کر۔

حجاج بن یوسف پر اس واقعے کا بہت اثر ہوا۔ اس نے اس عورت کی آواز پر فوراً ''لبیک'' کہا اور سندھ کے راجا داہر کے نام ایک خط لکھا کہ ہمارے لوگوں کو باعزت طریقے سے رہا کیا جائے اور ان کا مال واسباب بھی واپس کیا جائے اور مجرموں کو سزا دی جائے۔ راجا داہر نے بڑی بے رخی سے جواب میں لکھا کہ یہ کام بحری قزاقوں کا ہے جن پر اس کا کچھ بس نہیں چلتا، خود آ کر اپنے قیدی آزاد کرا جاؤ اور لوٹا ہوا مال واپس کرا لو، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ لوٹے ہوئے مسلمان راجا داہر کے دیبل بندر والی جیل میں قید تھے۔ یہ جواب پا کر حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملے کی منصوبہ بندی کی، پہلے یکے بعد دیگرے دو سپہ سالار (عبد اللہ بن نبہان اسلمی اور بدیل بن طہفہ مجائی) بھیجے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

محمد بن قاسم اور سندھ کی فتوحات: پھر حجاج بن یوسف نے اپنے چچازاد بھائی کے بیٹے محمد بن قاسم کو حکم دیا کہ وہ سندھ کی طرف پیش قدمی کرے۔ اس وقت محمد بن قاسم کی عمر صرف ۱۷ برس تھی۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کی مدد کے لیے چھ ہزار فوج ضروری جنگی آلات کے ساتھ روانہ کی۔ اس فوج میں گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ ساتھ پانچ منجنیقیں بھی شامل تھیں، جو دشمن کے قلعوں پر بھاری پتھر برسانے کے کام آتیں تھیں۔ ان میں سب سے بڑی منجنیق کا نام ''عَروس'' تھا۔ جب محمد بن قاسم شیراز سے مکران پہنچا تو مکران کے مسلمان گورنر نے مزید تین ہزار فوج اسے دے دی۔ اب نو ہزار سپاہ کے ساتھ محمد بن قاسم دیبل پہنچے۔

دیبل بندرگاہ کی فتح: سن ۹۲ھ کے آخر میں محمد بن قاسم نے دیبل کی بندرگاہ کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ چھ ماہ جاری رہا لیکن شہر فتح ہونے میں نہ آتا تھا۔ آخر کار حجاج بن یوسف کی ہدایت کے مطابق منجنیق کو ایک خاص زاویہ پر نصب

دیبل قلعے کے آثارِ قدیمہ

کرکے شہر پر سنگباری شروع کی گئی۔ اسی دوران محمد بن قاسم کو معلوم ہوا کہ جب تک شہر کے وسط کا گنبد محفوظ ہے شہر والوں کے حوصلے بلند رہیں گے۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے خصوصی طور پر گنبد کو نشانہ بنایا۔ گنبد گرنے سے اہل شہر کے حوصلے پست ہوگئے اور راجہ داہر کا حاکم شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے مسلمان قیدیوں اور بدھ مت کے پجاریوں کو ظالم ہندوؤں سے نجات دلائی۔ اس سے بدھ مت کے حامی کھلم کھلا مسلمانوں کی حمایت کرنے لگے۔ محمد بن قاسم نے اس علاقے کا نظم ونسق درست کیا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ دیبل کی فتح سے پہلی مرتبہ مسلمانوں کے قدم سندھ میں مضبوطی سے جم گئے۔ ابھی محمد بن قاسم کا مقابلہ راجا داہر سے نہ ہوا تھا۔

محمد بن قاسم اور راجہ داہر کے درمیان معرکہ: سندھ کا بادشاہ راجہ داہر دریائے سندھ کے بائیں کنارے روہڑی سے پانچ میل کے فاصلے پر اروڑ قلعے کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا، اس لیے محمد بن قاسم نے اپنی فنی مہارت اور حکمت عملی سے کشتیوں کا پل باندھ کر دریائے سندھ کو پار کیا۔ یکم رمضان ۹۳ھ بمطابق جون ۷۱۲ع میں محمد بن قاسم اور راجا داہر کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔ راجہ داہر ایک سو ہاتھیوں، دس ہزار زرہ پوش سواروں اور تیس ہزار پیدل فوج کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے مقابلے پر آیا تھا، جب کہ محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی، جن میں تین ہزار سندھی فوجی تھی۔ دس دن تک مقابلہ جاری رہا۔ منہ زور ہاتھیوں کے سامنے مسلمانوں کا زور نہ چلتا تھا۔ آخر دسویں روز مسلمانوں نے ہاتھیوں پر سرنج کے ذریعہ آتش گیر مادہ پھینکنا شروع کیا، جس سے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ راجہ داہر کا ہاتھی بھی میدان چھوڑ کر بھاگا اور ایک قریبی جھیل میں جا کر بیٹھ گیا۔ راجہ داہر ہاتھی سے اتر کر پیادہ لڑتا رہا یہاں تک کہ ایک عرب مجاہد نے اس کا خاتمہ کردیا۔ اس کے بعد مسلمان فاتحانہ انداز میں قلعے میں داخل ہوگئے۔ لڑنے والوں کے علاوہ، پرامن شہریوں پر حملہ نہیں کیا گیا۔ اس جنگ میں بہت سارا مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور اس طرح ۱۰ رمضان ۹۳ھ بمطابق ۲۰ جون ۷۱۲ع کو مسلمانوں نے سندھ کے راجا کو شکست دے دی۔

محمد بن قاسم کا طرزِ حکومت: محمد بن قاسم نے ساڑھے تین سال سندھ میں گزارے۔ اپنی فتوحات کا آغاز دیبل بندر سے شروع کیا اور اختتام ملتان میں کیا۔ اس دوران محمد بن قاسم نے سندھ میں جو حکومت قائم کی وہ امن وامان اور عدل وانصاف میں اپنی مثال آپ تھی۔ محمد بن قاسم نے تمام علاقوں میں مسجدوں کا جال بچھا دیا۔ ہندوؤں کو مذہبی آزادی دی اور انھیں مندر قائم کرنے کے لئے جاگیریں دیں۔ مفتوحہ علاقوں کے سابقہ حکمرانوں کو اطاعت کی شرط پر اپنے عہدوں پر برقرار رکھا۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے ایک مؤثر نظام قائم کیا، کسانوں کو ہر طرح کی زرعی سہولتیں فراہم کیں۔ جس کسان کی پیداوار کم ہوتی اس کا لگان معاف کر دیا جاتا۔ غرض یہ کہ انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں رعایا کی خوشحالی کا ہر طرح خیال رکھا۔ محمد بن قاسم کے اس طرزِ حکومت کی وجہ سے وہ عوام میں ہر دلعزیز ہوگئے۔ محمد بن قاسم نے سندھ میں اعلان کر دیا کہ جو چاہے مسلمان ہو جائے اور جو چاہے اپنے مذہب پر قائم رہے۔ محمد بن قاسم کی اس رواداری کا علاقے کے لوگوں پر بہت اثر ہوا اور بہت سارے لوگ اپنی خوش دلی سے مسلمان ہوگئے۔

محمد بن قاسم کی شخصیت اہلِ سندھ کی نظر میں: محمد بن قاسم کی شخصیت اہلِ سندھ کی نظر میں بہت محبوب شخصیت رہی ہے۔ اس لیے کہ محمد بن قاسم نے اہلِ سندھ کو اسلام جیسی نعمت سے روشناس کرایا۔ جس کی وجہ سے اہلِ سندھ بت پرستی اور توہم پرستی کے بجائے توحید پرستی سے آگاہ ہوئے۔ انھیں اپنی عزت، عظمت اور وقار کا احساس ہوا۔ اہلِ سندھ جو پہلے برہمنی دور میں مذہبی اونچ نیچ کا شکار تھے، محمد بن قاسم نے ہر شخص کو مذہبی اور فکری آزادی دلائی اور انسانی مساوات کی تعلیم دی، بلکہ عملی طور پر ایسا نظام قائم کرکے دکھایا جس میں سارے انسان برابری کی حیثیت رکھتے تھے۔انھوں نے ایسا عدالتی نظام جاری کیا جس میں امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں تھا۔ جس نے رواداری، رحم و کرم، عفو و درگزر، فیاضی وسخاوت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ اہلِ سندھ نے کبھی بھی کسی فاتح سے ایسی مثالیں نہیں دیکھی تھیں۔ محمد بن قاسم نے نہ صرف علاقوں کو فتح کیا تھا بلکہ اپنے کردار کے ذریعے اہلِ سندھ کے دلوں کو فتح کیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ سندھ کے بہت سارے لوگوں نے محمد بن قاسم کو خوش آمدید کہا تھا اور جوق در جوق اسلام لائے تھے اور رضاکارانہ طور پر اس کی فوج میں شامل ہوئے تھے اور انھیں اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ محمد بن قاسم کی وجہ سے یہاں باقاعدہ اسلام کی تبلیغ ہوئی، اور بہت سے علماء، محدث، مفسر اور صوفی پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا اور پورے برصغیر میں اسلام کو پھیلایا۔ محمد قاسم کی وجہ سے برّ صغیر میں سب سے پہلے باقاعدہ طور پر اسلام کا آغاز سندھ سے ہوا اور سندھ میں ہی پہلی اسلامی ریاست کا قیام

ہوا، اس لیے سندھ کو "باب الاسلام" کا خطاب ملا۔ اس لیے اہلِ سندھ ہمیشہ فاتحِ سندھ محمد بن قاسم کے مداح اور شکر گزار رہے ہیں اور اسے عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ سندھ کے لوگوں کو جب ان کی موت کی اطلاع ملی تو ان لوگوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ لوگ زار و قطار رو رہے تھے اور محمد بن قاسم کو یاد کر رہے تھے۔ محمد بن قاسم نے سندھ کو اسلام کا گہوارا بنایا، اسلام کی تاریخ میں ان کا یہ کارنامہ قیامت تک سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

سبق کا خلاصہ

- محمد بن قاسم ایک نامور نوجوان عرب سپہ سالار تھے، جس نے ۷۱۲ع سے لے کر ۷۱۵ع تک سندھ کے برہمن راجہ داہر اور اس کے حامیوں سے لڑائی کرکے سندھ کو فتح کیا تھا۔
- محمد بن قاسم نے مسلمان عرب قیدیوں کو راجہ داہر کی قید سے آزاد کرایا اور سندھ میں دین اسلام کی اشاعت کی اور برصغیر میں پہلی اسلامی ریاست سندھ میں قائم کی، جس میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ فرمایا۔ اسی وجہ سے سندھ کو "باب الاسلام" کہتے ہیں۔
- محمد بن قاسم نے اہل سندھ سے بہت ہی عمدہ اور اچھا سلوک فرما کر ان کے دل جیت لیے تھے، اس لیے سندھ کے بہت سارے لوگوں نے دل کی خوشی کے ساتھ اسلام قبول کیا اور اس کے ساتھ دلی محبت اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ سندھ کے لوگ آج تک محمد بن قاسم کو یاد رکھے ہوئے ہیں اور اسے اپنا محسن شمار کرتے ہیں اور اسلام سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• محمد بن قاسم کی شخصیت پر ایک مضمون تحریر کرکے اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) محمد بن قاسم کی ولادت کب ہوئی؟

(۲) محمد بن قاسم کتنی عمر میں فوج میں بھرتی ہوئے؟

(۳) فتح سندھ کا فوری سبب کیا تھا؟

(۴) محمد بن قاسم نے دیبل کی فتح کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی تھی؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) محمد بن قاسم اور راجا داہر کے درمیان .... قلعے کے قریب لڑائی ہوئی۔

(۲) اس وقت محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد .... تھی۔

(۳) محمد بن قاسم نے ۱۰ رمضان ....ھ میں سندھ کے راجا داہر کو شکست دی۔

(۴) سندھ کو.............. کا خطاب ملا۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف نے جو فوجی دیے تھے ان کی تعداد تھی:

(الف) ۴۰۰۰۔ (ب) ۵۰۰۰۔ (ج) ۶۰۰۰۔ (د) ۹۰۰۰۔

(۲) شہر دیبل کا گھیراؤ رہا:

(الف) ۶ ماہ۔ (ب) ۴ ماہ۔ (ج) ۲ ماہ۔ (د) ۳ ماہ۔

(۳) محمد بن قاسم کے پاس جو منجنیقیں تھیں ان کی تعداد تھی:

(الف) ۳۔ (ب) ۴۔ (ج) ۵۔ (د) ۶۔

(۴) راجا داہر محمد بن قاسم سے مقابلے کے وقت سوار تھا:

(الف) گھوڑے پر۔ (ب) اونٹ پر۔ (ج) ہاتھی پر۔ (د) خچر پر۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- محمد بن قاسم نے سندھ میں جو حکومت قائم کی وہ امن و امان اور عمل و انصاف میں اپنی مثال آپ تھی۔		
۲- محمد بن قاسم نے اہلِ سندھ کے ساتھ روادارانہ سلوک کیا اور انھیں مذہبی آزادی دے دی۔		
۳- راجا داہر بدھ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔		

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ / طالبات کو محمد بن قاسم اور فتحِ سندھ کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔

۳۔ بو علی ابن سینا

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- بو علی سینا کے ابتدائی حالات زندگی بیان کر سکیں گے۔
- بو علی سینا کے علمی کارناموں پر مضمون لکھ سکیں گے۔
- بو علی سینا کے نقشِ قدم پر چلنے سے معاشرت پر پڑنے والے مثبت اثرات بیان کر سکیں گے۔

ہمدان میں بو علی ابن سینا کا مقبرہ

ابتدائی حالات: بو علی ابن سینا دنیائے اسلام کے نامور طبیب، مشہور مسلم سائنسدان، فلسفی، ماہرِ فلکیات، ماہرِ حیاتیات و طبیعیات، ریاضی دان کے علاوہ ماہرِ علم تشریح الاعضاء، علم العلاج، علم الامراض اور علم الادویہ بھی تھے۔

بو علی ابن سینا کا اصل نام حسین بن عبد اللہ بن علی بن سینا تھا۔ وہ بو علی سینا اور ابن سینا کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کا لقب الشیخ الرئیس تھا۔ وہ بخارا کے ایک گاؤں ''اَفْشَنَہ'' میں ۳۷۰ھ بمطابق ۹۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ چھ برس کی عمر میں وہ اپنے والد کے ساتھ بخارا پہنچے، جہاں اس کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔

علمی کارنامے: بو علی ابن سینا نے فلسفہ، علمِ طب، علمِ فقہ، تصوف، شعر وادب غرض ہر موضوع پر کتابیں لکھیں، لیکن ان کی اصل شہرت کا باعث ان کی یہ دو کتابیں تھیں۔ (۱) القانون فی الطب (۲) کتاب الشفاء

القانون فی الطب: بو علی ابن سینا کی یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب علم تشریح الاعضاء، منافع الاعضاء اور علم العلاج پر ایک مکمل اور مستند کتاب ہے۔ القانون کی پہلی جلد میں جسم کے تمام اعضاء اور ان کے اعمال

کی مکمل تفصیل ہے۔ دوسری جلد میں تمام جڑی بوٹیوں، دواؤں کے خواص، اثرات، مشاہدات اور تجربات بیان کیے گئے ہیں۔ تیسری اور چوتھی جلد میں انسانی امراض کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز ان کے اسباب اور علامات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ القانون کی پانچویں جلد میں مختلف امراض سے متعلق نسخے اور دوائیں تجویز کی گئی ہیں۔

کتاب الشفاء: اس کتاب میں بو علی ابن سینا نے منطق، طبیعیات، ریاضیات اور الالٰہیات پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اسی طرح تدبیرِ منزل، قیامِ ریاست، سیاسیات، معاملات اور اخلاقیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

بو علی ابن سینا کو علمِ ریاضی سے بہت لگاؤ تھا وہ علمِ مساحت (پیائش) میں مہارت رکھتے تھے۔

علمِ کیمیا کے معاملے میں بو علی ابن سینا کے نظریات اپنے ہم عصروں سے جداگانہ تھے۔ ان کے خیال میں پارہ، چاندی یا کسی اور دھات کو کیمیاوی عمل سے سونے میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

بو علی ابن سینا نفسیاتی طریقہ علاج کے بھی ماہر تھے۔ انھوں نے ہی سب سے پہلے علم النفس (سائیکالوجی) کو فنِ طب میں شامل کیا۔ اس سلسلے میں بو علی ابن سینا کا یہ نظریہ تھا کہ انسانی جذبات جیسے خوشی، غم، غصہ، فکر اور دیگر احساسات وجذبات کا تعلق دل کی بناوٹ سے ہے۔ ان احساسات کے پیدا ہونے میں خون کی مختلف اقسام اور بدن کی دیگر رطوبتوں کا بھی گہرا تعلق ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ دشمنی، بزدلی اور بخل وغیرہ کو طبّی طریقوں سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ حیاتیات سے متعلق ان کا نظریہ یہ تھا کہ پوری کائنات میں زندگی کو قبول نہ کرنے والے اجسام کی تعداد بہت کم ہے، جب کہ حیات کو قبول کرنے والے اجسام کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ پہلے سائنسدان ہیں، جنھوں نے روشنی کی حد کو ثابت کیا اور اس کی رفتار کا نظریہ پیش کیا۔

یورپ میں پذیرائی: بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کی یورپ نے بہت قدر کی، ان کی کتابوں کو اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا اور پھر یورپ نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" یورپ کے میڈیکل کالجوں میں صدیوں تک نصاب کا حصہ بنی رہی۔ "القانون" پندرھویں صدی میں سولہ مرتبہ اور سولھویں صدی میں بیس مرتبہ چھپی۔ لاطینی اور فرانسیسی زبان میں بھی اس کتاب کا ترجمہ ہوا۔

شخصیت: بو علی ابن سینا اعلیٰ کردار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے، وہ خاموش طبع اور قناعت پسند تھے، وہ حرص وہوس کو ناپسند کرتے تھے، وہ علم کے ساتھ عمل کو اہمیت دیتے تھے، وہ محنتی اور نظم وضبط کے پابند تھے اور مطالعے کے بے حد شوقین تھے، رات کو مطالعے کے وقت جب اسے نیند آتی تو کچھ پی لیتے تاکہ نیند اڑ جائے۔ ان کا حافظہ بہت قوی تھا، وہ دن رات مطالعے میں غرق رہتے۔ وہ دو مرتبہ وزارت کے عہدے پر بھی فائز رہے لیکن ان کا

اصل میدان علمی کام تھا، اس لیے وہ اس طرف متوجہ رہے۔ امراء وسلاطین کی صحبت سے دور بھاگتے تھے اور عیش وعشرت کی زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ فنِ طب کو انھوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کا ذریعہ بنایا اور اپنے مشاہدے، تجربے ولگن سے لوگوں کا علاج کیا، وہ صرف بارہ برس کی عمر میں ''حکیم حاذِق'' کہلانے لگے۔

وفات: بو علی ابن سینا قولنج کے مرض میں مبتلا تھے۔ جب انھیں احساس ہوا کہ وہ اب زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکیں گے تو انھوں نے سب مال واسباب ضرور تمندوں میں تقسیم کر دیا، اپنے غلام کو آزاد کر دیا اور ہمہ وقت تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنے لگے۔ انھوں نے ۴ رمضان ۴۲۸ھ بمطابق ۱۰۳۷ء میں انتقال فرمایا۔

سبق کا خلاصہ

- بو علی ابن سینا دنیائے اسلام کے نامور طبیب، مشہور مسلم سائنسدان، بہت سارے علوم وفنون کے ماہر تھے۔ وہ بخارا کے ایک گاؤں افشنہ میں ۹۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۷ء میں انتقال فرما گئے۔
- اس نے اپنی ۵۷ سالہ زندگی میں دینیات، اخلاقیات، سماجیات، طبیعیات، کیمیا، طب اور حیاتیات وغیرہ جیسے علوم وفنون میں کمالِ مہارت حاصل کی۔
- انہوں نے ۱۰۰ کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے ''القانون فی الطب'' اور ''کتاب الشفاء'' کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ وہ صرف ۱۲ سال کی عمر میں ''حکیم حاذق'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے طب کے شعبے کو خدمتِ خلق کی نیت سے اختیار کیا تھا۔ طبِ جدید نے ان ہی بنیادوں پر ترقی کی جو بو علی سینا نے بیان کئے تھے۔ وہ ''الشیخ الرئیس'' کے لقب سے مشہور ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• بو علی سینا کے اہم علمی کارنامے تحریر کرکے اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) بو علی ابن سینا کی ولادت کب اور کس گاؤں میں ہوئی؟
(۲) بو علی ابن سینا کا "علم النفس" کا نظریہ کیا تھا؟
(۳) یورپ نے بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کی کس طرح قدر کی؟
(۴) بو علی ابن سینا کی کون سی کتابیں زیادہ مشہور ہوئیں؟
(۵) بو علی ابن سینا کتنی عمر میں حکیم حاذق کے نام سے مشہور ہوئے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) بو علی ابن سینا دنیائے اسلام کے نامور طبیب اور مشہور .... سائنسدان ہے۔
(۲) بو علی ابن سینا ۱۲سال کی عمر میں .... حاذق کے نام سے مشہور ہوئے۔
(۳) بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کی .... نے بہت قدر کی۔
(۴) بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" ...... جلدوں پر مشتمل تھی۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) بو علی ابن سینا کا لقب تھا:
(الف) الشیخ۔ (ب) الشیخ الرئیس۔ (ج) المعلم الاول۔ (د) المعلم الثانی۔

(۲) بو علی ابن سینا نے ہی سب سے پہلے علم النفس (سائیکالوجی) کو:
(الف) فنِ طب میں شامل کیا۔ (ب) فنِ کیمیا میں شامل کیا۔
(ج) فنِ حیاتیات میں شامل کیا۔ (د) فنِ طبیعیات میں شامل کیا۔

(۳) بو علی ابن سینا نے جس بیماری میں وفات کی اس کا نام ہے:
(الف) قولنج۔ (ب) تپ دق۔ (ج) سرطان۔ (د) دردِ سر۔

(۴) بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" مشتمل تھی:
(الف) ۲ جلدوں پر۔ (ب) ۳ جلدوں پر۔ (ج) ۴ جلدوں پر۔ (د) ۵ جلدوں پر

۴- کالم-۱کے الفاظ کو کالم-۲کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" یورپ کے ۲۔ رات کو مطالعے کے وقت جب اسے نیند آتی تو ۳۔ بو علی ابن سینا اعلیٰ کردار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے ۴۔ بو علی ابن سینا اپنی آخری عمر میں ہر وقت	تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہنے لگے تھے۔ میڈیکل کالجوں میں صدیوں تک نصاب کا حصہ بنی رہی۔ کچھ پی لیتے تاکہ نیند اڑ جائے۔ وہ خاموش طبع اور قناعت پسند تھے۔

۵- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- بو علی ابن سینا کا لقب "معلم اول" تھا۔		
۲- بو علی ابن سینا کی شہرت کا سبب یہ دو کتابیں تھیں : (۱) القانون فی الطب (۲) کتاب الشفاء۔		
۳- بو علی ابن سینا کا نظریہ تھا کہ چاندی کو سونے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔		
۴- بو علی ابن سینا دو مرتبہ وزارت کے عہدے پر فائز رہے۔		
۵- بو علی ابن سینا نے ۱۰۳۷ء میں انتقال فرمایا۔		

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کو بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ / طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
- بو علی ابن سینا کا پورا نام۔ پیدائش۔ حکمت و سائنس کی تعلیم۔
- تصنیفات (کتب) علمی کارنامے۔

۴۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات زندگی بیان کر سکیں گے۔
- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں پر مضمون تحریر کر سکیں گے۔
- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چل کر اپنا نام روشن کر سکیں گے اور معاشرے کی اصلاح اور ملک و قوم کی خدمت کر سکیں گے۔

ابتدائی حالات: شاہ ولی اللہ کا نام قطب الدین احمد تھا۔ "ولی اللہ" ان کا لقب تھا جو ان کے والد ہی نے انھیں عطا فرمایا تھا۔ ان کے والد کا نام شاہ عبدالرحیم تھا جو اس زمانے کے بڑے عالمِ دین اور صوفی بزرگ تھے۔ انھوں نے مدرسہ رحیمیہ کے نام سے ایک درس گاہ بھی قائم کی۔ شاہ ولی اللہ ۴ شوال سن ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی اور انھوں نے مدرسہ رحیمیہ ہی سے ۱۵ سال کی عمر میں علم کی تکمیل کی سند حاصل کی۔ پھر انھوں نے مزید تعلیم کے حصول اور حج کی خاطر ۱۷۳۱ء میں حجاز مقدس جانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں وہ شیخ ابو طاہر مدنی، وفد اللہ مکی اور تاج الدین القلعی جیسے معروف و مشہور جید علماء کے زیرِ تعلیم و تربیت رہے۔ اس تربیت نے ان کی وسیع النظری اور قابلیت میں مزید اضافہ کر دیا۔ وہ ۱۴ مہینے حجاز میں رہنے کے بعد ۱۷۳۳ء کو دہلی واپس آ گئے اور مدرسہ رحیمیہ کا نظم و نسق سنبھال لیا اور تحقیق و تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

شخصیت: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر پاک و ہند کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو سیاسی، ذہنی، فکری اور اخلاقی پستیوں سے نکالنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ شاہ ولی اللہ نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ برصغیر میں مسلمانوں کے انحطاط کا زمانہ تھا، مسلمانوں کی حکومت رو بہ زوال تھی اور مسلمان تباہی کے آخری دہانے پر پہنچ چکے تھے۔ ایسے میں شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کے لیے ہر ممکن جدوجہد کی اور مسلمانوں کے ملی تشخص کو برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

دینی خدمات: شاہ ولی اللہ کے دور میں مسلمان، دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو یکسر فراموش کرتے جارہے تھے۔ غلط رسوم وعقائد دینِ اسلام کا حصہ بن رہے تھے، جن کی وجہ سے مسلمان فرقوں میں بٹتے جارہے تھے۔ شاہ ولی اللہ نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور مسلمانوں کو اجتہاد و تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

شاہ ولی اللہ نے محسوس کیا کہ قرآن مجید کی تعلیم سے دوری کی وجہ سے اختلافات زور پکڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ گروہ بندی کا شکار ہو رہے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا خیال تھا کہ اگر مسلمان قرآنی تعلیمات پر توجہ دیں اور ان پر عمل پیرا ہوں تو وہ آپس کے اختلافات سے نجات پا سکتے ہیں۔ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھوں نے قرآن پاک کا فارسی زبان میں ''فتح الرحمٰن'' کے نام سے عام فہم ترجمہ کیا تاکہ مسلمان براہِ راست قرآن کے متن پر غور وفکر کریں۔

آپ نے مسلمانوں کے فقہی اختلافات کو دور کرنے کے لئے ایک رسالہ ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' لکھا جس میں انھوں نے حدیث اور فقہ کی تاریخ کو مرتب کیا اور فقہی مسائل کا جائزہ لیا اور ان کے حل کے لئے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا۔ آپ نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ کسی بھی اختلافی مسئلے پر شدت اختیار کرنے سے گریز کیا جائے۔ آپ نے عملاً ایسا کرکے بھی دکھایا۔ آپ کی ان کوششوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلافات کم ہونے لگے اور فرقہ بندیوں کی بھی روک تھام ہوئی۔

آپ نے اس نظریے کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی کہ انسان، انسانوں پر حکمرانی کریں۔ آپ نے واضح کیا کہ حاکمیت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے۔ انسان، انسانوں کے خادم تو ہو سکتے ہیں حاکم نہیں۔ اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے بندے اس کے نائب اور خلیفہ ہیں اور ان کا کام خدمتِ خلق ہے۔

آپ نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے جو تحریک شروع کی اس کے اثرات ان کی زندگی ہی میں نظر آنے لگے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں علماء وصلحاء کی ایک جماعت تیار کرلی تھی جو اس کام کو جاری رکھ سکے۔

آپ نے ۶۱ سال کی عمر ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بمطابق ۲۰ اگست ۱۷۶۲ء میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹوں (شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبد الغنی) اور دیگر جانشینوں نے اس مشن کو جاری رکھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں آپ کے حامیوں پر بہت ظلم وستم روا رکھے تاہم وہ اس تحریک اور اس کے نظریات کو دبا نہ سکے۔ ان کی اسی تحریک کی بدولت مسلمانوں نے اپنا تشخّص برقرار رکھا۔

سبق کا خلاصہ

- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۲ صدی ہجری اور ۱۸ صدی عیسوی کے بر صغیر کے بہت بڑے مسلم دانشور اور مفکر تھے۔
- شاہ ولی اللہ نے جس دور میں آنکھ کھولی اس وقت بر صغیر کے مسلمان ذہنی، فکری، دینی، معاشی اور سیاسی حوالے سے انحطاط کا شکار تھے۔ مسلمانوں کی حکومت رو بہ زوال تھی اور مسلمان تباہی کے آخری دہانے پر پہنچ چکے تھے۔
- شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کے لیے ہر ممکن جدو جہد کی اور مسلمانوں کے مِلّی تشخص کو بر قرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کی کمزوریوں کے اسباب دریافت کیے اور ان کے حل کے لیے عملی اقدامات کیے۔
- انھوں نے مسلمانوں کو فکری اور اخلاقی پستیوں سے نکالنے کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ انھوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات چھوڑی ہیں، جو ہر حوالے سے بہترین رہنما اصول فراہم کر رہی ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ/طالبات	• شاہ ولی اللہ کی شخصیت اور ان کے اہم کارناموں پر مضمون تحریر کرکے اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) شاہ ولی اللہ کی ولادت کس سن میں ہوئی؟

(۲) شاہ ولی اللہ نے جس دور میں آنکھ کھولی، اس وقت برصغیر میں مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟

(۳) شاہ ولی اللہ نے کس عمر میں علم کی تکمیل کی سند حاصل کی؟

(۴) شاہ ولی اللہ نے کس عمر میں مدرسہ رحیمیہ کا نظم و نسق سنبھالا؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) شاہ ولی اللہ نے مزید تعلیم کے حصول اور حج کی خاطر .... میں حجاز مقدس جانے کا فیصلہ کیا۔

(۲) شاہ ولی اللہ نے واضح کیا کہ حاکمیت تو صرف .... کی ذات کو حاصل ہے۔

(۳) شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کو اجتہاد و .... کی طرف توجہ دلائی۔

(۴) آپ نے .... سال کی عمر میں وفات پائی۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) شاہ ولی اللہ کے والد کا نام تھا:

(الف) شاہ عبدالرحیم (ب) شاہ عبدالعزیز

(ج) شاہ عبدالقادر (د) شاہ عبدالغنی

(۲) شاہ ولی اللہ نے جب مدرسہ رحیمیہ کا نظم و نسق سنبھالا تو ان کی عمر تھی:

(الف) ۲۵ سال۔ (ب) ۳۰ سال۔ (ج) ۳۵ سال۔ (د) ۴۰ سال۔

(۳) شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کا جو فارسی ترجمہ کیا، اس کا نام ہے:

(الف) فتح الرحمٰن۔ (ب) الہام الرحمٰن۔

(ج) کشف الرحمٰن۔ (د) ترجمۃ القرآن۔

(۴) شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کے فقہی اختلافات کو دور کرنے کے لیے جو رسالہ لکھا تھا، اس کا نام ہے:

(الف) القول الجمیل۔ (ب) الفوز الکبیر۔

(ج) ازالۃ الخفاء۔ (د) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ شاہ ولی اللہ کا نام قطب الدین احمد تھا۔ ولی اللہ	تاج الدین القلعی جیسے معروف و مشہور جید علماء کے زیرِ تربیت رہے۔
۲۔ وہ حجاز میں شیخ ابو طاہر مدنی، وفد اللہ مکی اور	تعلیم سے دوری کی وجہ سے اختلافات زور پکڑ رہے ہیں۔
۳۔ شاہ ولی اللہ نے محسوس کیا کہ قرآن مجید کی	ہر ممکن جدوجہد کی۔
۴۔ شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے	ان کا لقب تھا جو ان کے والد ہی نے انھیں عطا فرمایا تھا۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) شاہ ولی اللہ کا نام..

(۲) شاہ ولی اللہ کے ترجمہ قرآن مجید کا نام...

(۳) مسلمانوں کے فقہی اختلاف ختم کرنے کے لیے ایک رسالہ جس کا نام...................

(۴) شاہ ولی اللہ نے وفات پائی بمطابق...

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ/طالبات کو شاہ ولی اللہ کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ / طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ شاہ ولی اللہ کی حالاتِ زندگی۔
  - ❖ شاہ ولی اللہ کا پورا نام ابتدائی تعلیم، حجاز مقدس کا سفر، تصنیفات (کتب)۔
  - ❖ فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ۔

فرہنگ

الفاظ	معنی
باب اول: القرآن الکریم	
تعارف	جان پہچان، واقفیت
الہامی	خدا کی طرف سے دل میں آئی ہوئی
آیۃ الکرسی	جس آیت میں کرسی کا ذکر ہے
حاصلاتِ تعلم	سیکھنے سے حاصل ہونے والی چیزیں
دَسترس	پہنچ، رسائی
باب دوم: ایمانیات وعبادات	
عقیدہ (ج) عقائد	دل میں جمایا ہوا یقین، ایمان
سَمَاجی	سماج یا معاشرے سے متعلق
معاشی	روزی اور بسر اوقات کے متعلق
مُحاسبہ	حساب، بازپرس
خندہ پیشانی	خوش مزاجی
منافق	جو بظاہر مسلمان مگر دل سے کافر ہو
میزان	ترازو
فرض	وہ کام جو خدا کے حکم سے ضروری مقرر ہو
رُکن (ج) ارکان	ضروری حصہ
تقویٰ	خدا کا خوف، کبیرہ گناہوں سے بچنا
مساوات	برابری
محنت کش	محنت کرنے والا
منسک (ج) مناسک	حج کے ارکان

الفاظ	معنی
ہجری	وہ سن جو حضرت پیغمبر اسلام ﷺ کے مکہ مدینہ ہجرت کرنے سے شروع ہوتا ہے۔
عالمگیر	پوری دنیا میں پھیلا ہوا
مقدور	قدرت، حیثیت
صَعُوبت	سختی، تکلیف
جمرۂ عَقَبہ	عقبہ: پہاڑی دشوار راستہ
ثَقافت	تہذیب، کلچر
اِحرام	مقررہ جگہوں سے خانہ کعبہ کی زیارت کرنے تک چند جائز باتوں کا اپنے اوپر حرام کر لینا
باب سوم: سیرت طیّبہ	
اُسلُوب	طریقہ، طرز
اُفتاد	مصیبت
جِدّوجُہد	کوشش، محنت
حسب	سلسلہ خاندان، نسل
مجروح	زخمی
تمثیل	تشبیہ دینا
شائستہ	صاف کیا ہوا
خاطر	دل، واسطے

باب چہارم: اخلاق و آداب

الفاظ	معنی
سدّ باب	قطعاً روک دینا
زِرہ	فولاد کا جالی دار کرتہ جو لڑائی میں پہنتے ہیں
ناطے	رشتے
افتراق	جدائی پیدا کر دینا
بے خوابی	نیند نہ آنا
کم سِن	کم عمر
مُفلس و نادار	غریب
آسودہ	مال دار، امیر

باب پنجم: ہدایت کے سرچشمے / مشاہیر اسلام

الفاظ	معنی
سرچشمہ	منبع، پانی نکلنے کی جگہ
مَشہور (ج) مشاہیر	
زہراء	روشن، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب
تپَاک	خندہ پیشانی، بشاشت گرم جوشی
عسکر	لشکر، فوج
بابُ الاسلام	اسلام کا دروازہ
نشأۃ ثانیہ	کسی قوم یا ملک کا از سر نو ترقی کرنا